ایک ناول

ایٹمی قاتِل

مصنّف،
ایچ اقبال

ناشر،
راہی پبلشرز ×/1926، ترکمان گیٹ دہلی

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

تمام نام : فرضی
کردار : فرضی
واقعات : فرضی
مطابقت : اتفاقیہ
جس کے لئے مصنف، پرنٹر، پبلشر ذمہ دار نہیں۔

اس ناول کو کسی دوسری جگہ چھاپنے ترجمہ کرنے یا فلمانے کے لئے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔

قیمت : پانچ روپے

مطبوعہ : یونین پرنٹنگ پریس دہلی
مقام اشاعت :
راہی پبلشرز IX/1926 ترکمان گیٹ دہلی

[redacted]

رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ کا عمل تھا۔

ملب فیکٹری کی طرف جانے والی چوڑی سڑک دور سے آنے والی ٹرک کی ہیڈ لائٹس سے روشن تھی۔

ٹرک کے اسٹیئرنگ کو ایک پستہ قد آدمی کنٹرول کر رہا تھا۔ مدھم روشنی میں اس کی چوڑی پیشانی پر گھاؤ کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ جسم پر خاکی رنگ کی جیکٹ موجود تھی گردن کے چاروں طرف اس نے سیاہ رنگ کا مفلر لپیٹ رکھا تھا۔

ہونٹوں کے درمیان سلگتا ہوا سگریٹ ہوا کی شدت سے چنگاریاں خارج کر رہا تھا۔ لیکن ڈرائیو کرنے والا اس کی لگ کاربوں سے بے نیاز سامنے بھاگتی ہوئی سڑک پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

ابھی تک اس نے اپنے اس ساتھی پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ جسے اس نے سمنٹ فیکٹری کے بڑے چورستے سے پک اپ کیا تھا۔

کھلی سڑک پر ٹرک پوری رفتار سے فراٹے بھر رہا تھا۔

ڈرائیور کا دوسرا ساتھی بدستور خاموشی سے بیٹھا اس کی چوڑی چکلی چھاتی اور چہرے کے کھردرے خدوخال کا جائزہ لے رہا تھا۔ پندرہ منٹ کے سفر کے باوجود ابھی تک اس نے بھی ڈرائیو کرنے والے کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ ویسے کم از کم وہ اپنے دل میں ڈرائیور کی گہری سنجیدگی اور بے رخی کو بری طرح محسوس کر رہا تھا۔

دفعتاً فضا میں ٹائر کی چرچراہٹ کی تیز آواز ابھری اور دوسرے لمحے رخ بائیں جانب والی سڑک پر گھوم گیا۔ برابر کی سیٹ پر بیٹھا ہوا اجنبی کوشش کے باوجود اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور ڈرائیور کے بازو سے ٹکرا گیا پھر اس سے پیشتر کہ وہ دوبارہ خود کو سنبھالتا پستہ قد آدمی نے اسے قوی ہاتھوں سے پکڑ کر دوسری جانب ہٹا دیا۔

"خود کو قابو میں رکھو دوست۔" پستہ قد ڈرائیور نے خشک لہجے میں کہا۔

"اگر میں ذرا لاپرواہی سے کام لیتا تو ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔"

"اور شاید تمہارے ساتھ میں بھی اس حادثہ میں کام آجاتا۔"

دوسرے آدمی نے ناگوار انداز میں جواب دیا۔" ڈرائیور کا لہجہ اسے گراں گزرا تھا۔'

"دوسری بار بھی اگر تم نے یہ حماقت کی تو مجبوراً مجھے تمہیں راستے ہی میں اتارنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب۔"!

اجنبی نے ڈرائیور کو حقارت سے گھورا۔ تم غالباً مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"واقف ہونے کی صورت میں بھی میرا فیصلہ اٹل رہے گا۔" ڈرائیور نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔" خان ڈیوڈ کو دوسروں کی موت سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا۔

"خان ڈیوڈ۔ ! میں نہیں سمجھ سکا تم کس فرد کا حوالہ دے رہے ہو۔"

"اوہ !"

پستہ قد آدمی کے موٹے اور بھدے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ ابھری: "تم بھی شاید ابھی تک مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"کیا تمہارا نام خان ڈیوڈ ہے۔"

"ہاں۔" اس بار مختصر کہا گیا۔

"خان ۔ اور ڈیوڈ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا تمہیں خود اپنے نام کی مناسبت پر کبھی ـ" دوسرے آدمی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

لیکن اس سے پیشتر کہ وہ اپنا جملہ مکمل کر پاتا خان ڈیوڈ کسی زہریلے ناگ جیسے انداز میں پھنکار اٹھا۔"

"نہیں ڈاکٹر رحمان۔ ! میں دوسروں کی غلط کاریوں پر آنسو بہانے کا عادی نہیں ہوں۔" ! تمہیں میرے نام پر ممکن ہے تعجب ہوا ہو لیکن میں ـ" ڈیوڈ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ خشک ہو گیا۔

میری ماں ذات کی پٹھانی تھی ڈاکٹر رحمان ! لیکن بھری جوانی میں دنیا کی لاکھوں دوسری عورتوں کی طرح اس کے قدم بھی ڈگمگا گئے۔ وہ فوج کے کسی کیپٹن ڈیوڈ کے ساتھ فرار ہو گئی تھی۔ ! ۔ ۔ ۔ اور میں ۔ ! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اسی حرامی کیپٹن کی حرامی اولاد ہوں۔"

دوسرا آدمی جس کا نام حقیقتاً ڈاکٹر رحمان ہی تھا۔ پستہ قد ڈیوڈ کو کچھ عجیب و غریب نظروں سے دیکھنے میں مصروف تھا۔

"میری رگوں میں دو مختلف ذاتوں کا خون گردش کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر۔" خان ڈیوڈ نے بدستور اپنی نظریں سامنے سڑک پر جمائے ہوئے کہا۔" اور ان کا ٹکراؤ جب بھی ہوا نتائج ہمیشہ خطرناک ثابت ہوئے ہیں۔"

"کیا تمہاری ماں ابھی تک زندہ ہے ....."

"شٹ اپ!" خان ڈیوڈ غرایا۔ "میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم میری ماں کی شان میں گستاخی کرو۔ دوسری صورت میں ممکن ہے کہ تم بھی خان ڈیوڈ کے اعتاب کے شکار ہو جاؤ۔"

ڈاکٹر رحمن نے کچھ کہنے کی ہمت نہیں کی۔ ویسے یہ دیگر بات ہے کہ اس کا سیدھا ہاتھ خان ڈیوڈ کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی جیب میں رینگ گیا تھا۔ مگر پھر فوراً ہی اسے اپنا خطرناک ارادہ ترک کرنا پڑا۔ ڈیوڈ کی موت کی شکل میں اسے شہر تک پہنچنے کے لئے کم و بیش پورے بارہ میل کی مسافت پیدل طے کرنی پڑتی اور شاید اسی خیال کے تحت جیب میں پڑے ہوئے اعشاریہ تین آٹھ کے ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ لیکن اس کی شعلہ بار نگاہیں اس وقت بھی خان ڈیوڈ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اور دل کسی خطرناک اقدام کے تصور سے دھڑک رہا تھا۔

تقریباً پانچ منٹ تک مکمل خاموشی طاری رہی۔ ٹرک چکنی سڑک پر فراٹے بھر رہا تھا۔ اور خان ڈیوڈ۔ اس کا چہرہ کسی ٹھہرے ہوئے سمندر کی طرح صاف و شفاف نظر آ رہا تھا۔

"تمہیں میرا نام کس طرح معلوم ہوا تھا۔" اچانک ڈاکٹر رحمان نے پسنہ قد خان ڈیوڈ کو سوالیہ نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ کیا اوپر سے ملنے والی ہدایت میں کیا میرے نام کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔"

"نہیں۔"

"پھر تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر رحمان ہوں۔"

خان ڈیوڈ نے ڈاکٹر رحمان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"مجھے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ معلوم ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"یہی کہ اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم اس وقت رات کے اس خاموش حصے میں ساحلی علاقے پر کس مقصد کیلئے جا رہے ہو۔"

"اوہ! گویا تمہیں کافی معلومات ہیں"

"ہاں۔ خان ڈیوڈ سے کبھی کوئی بات راز نہیں رہتی۔"

"پھر تو تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ ہمیں اشاروں پر نچانے والی طاقت کے پشت پر کس کی شخصیت کام کر رہی ہے۔! کیوں۔؟"

"نہیں! یہ بات مجھے بھی نہیں معلوم۔" خان ڈیوڈ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بریک پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ گاڑی کا رخ ساحلی علاقے کی طرف جانے والی سڑک پر موڑ دیا۔

"تمہیں اوپر سے ہدایت کس طرح ملتی ہیں۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح تم لوگوں کو ملتی ہیں۔"

"گویا تمہارے پاس بھی لامحدود طاقت کا خفیہ ٹرانسمیٹر ہے۔"

"مجھے آزمانے کی کوشش مت کرو ڈاکٹر۔" اس بار خان ڈیوڈ نے قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"تمہاری طرح میں بھی کراؤن بار کی رقاصہ سے ملنے کے لئے مجبور ہوں جو ہم سب پر حکم چلاتی ہے۔ لیکن میں ایک نہ ایک دن اس سور کی بچی کو کھلی سڑک پر سنگسار کر ماروں گا۔" ۔ آخ تھو۔" خان ڈیوڈ نے کھڑکی کے باہر تھوک دیا۔

"وہی دن تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوگا۔" ڈاکٹر رحمان نے چھبتے ہوئے انداز میں کہا۔ میڈم شہناز باس کی دست راست ہے۔ اس کا ایک معمولی

ہی تمہاری تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں دوست۔ خان ڈیوڈ موت سے کھیلنے کا عادی ہے۔" پستہ قد آدمی نے تیزی سے جواب دیا۔ میں زیادہ دنوں تک تم لوگوں کی طرح عورت کا غلام بن کر نہیں رہ سکتا۔"

"سوائے اس کے اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔"

"ہمت ہار دینا بزدلی کی نشانی ہے۔"

"تاریکی میں ہاتھ پاؤں مارنے کو بھی بہادری نہیں کہا جا سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں ڈاکٹر رحمان۔" پہلی بار خان ڈیوڈ نے صرف ایک بار پلٹ کر ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

"تم اگر میرا ساتھ دو تو ہم آسانی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میڈم شہناز یقیناً اس شخصیت سے واقف ہوگی جو تاریکی میں بیٹھ کر ہم پر حکم چلاتی ہے"

"ہم! ۔ گویا تم اس شخصیت کو بے نقاب کرنے کے چکر میں ہو۔

"کیوں ڈاکٹر۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے۔"

"ہاں بشرطیکہ تم وفاداری کی قسم کھاؤ۔"

"میں تمہاری آفر پر غور کروں گا۔ خان ڈیوڈ نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے پاؤں کا بوجھ فٹ بریک پر بڑھتا گیا۔ ٹرک ساحلی علاقے کی نواحی بستی کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

" تمہاری منزل آگئی ڈاکٹر رحمان۔"

"کیا مطلب؟"

ڈاکٹر نے جلدی سے پوچھا۔ کیا تم میری واپسی تک یہاں نہیں رکو گے۔"

"نہیں۔ مجھے صرف یہاں تک آنے کی ہدایت ملی تھی۔ اب چلو جلدی کرو۔ مجھے پو پھٹنے سے پیشتر واپس پہنچنا ہے۔"

"لل ..... لیکن ..... مم ...... میں۔"

"گھبراؤ نہیں! ساحلی علاقے میں بدروحوں کا وجود تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔" خان نے زہرخند سے کہا۔ پھر ڈاکٹر کے اترتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے اس کا رخ شہر کی طرف موڑ دیا۔!

"تاریکی میں ڈاکٹر کا انسانی ہیولا کافی دور تک اسے نظر آتا رہا!

فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا اور لیٹے ہی لیٹے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کرنل فریدی اسپیکنگ۔"

"جناب میں رنگ روڈ کے ڈاک بنگلے سے بول رہا ہوں۔ آپ یہاں فوراً چلے آئیں ایک لاش یہاں آپکی منتظر ہے۔"

"تم کون ہو؟" اب فریدی کہنی کے سہارے بیٹھ گیا تھا۔

"خدائی فوجدار سمجھ لیجئے!" دوسری طرف سے نہایت سکون سے کہا گیا تھا۔

"تم جانتے ہو کس سے مخاطب ہو۔" فریدی اب ~~[illegible]~~ بیٹھ گیا تھا۔ آواز میں کرختگی پیدا ہو چکی تھی۔

"اگر یہ جانتا تو آپ کو ٹیلیفون کرنے کی جرأت نہ کرتا۔" دوسری طرف سے پھر نرم لہجے میں کہا گیا تھا۔

"پھر بدتمیزی کا مطلب۔" فریدی غرایا۔

"میں بدتمیزی نہیں کر رہا ہوں جناب صرف اطلاع دے رہا ہوں سامنے اس لئے نہیں آنا چاہتا کہ میں جانتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جو بولے وہ بوا کھولے والا مقولہ صادق آتا ہے۔ بہرحال وعلیکم سلام۔ زحمت تو ہوئی ہوگی۔ اس کی میں معافی چاہتا ہوں۔ اطلاع دینا فرض تھا پورا کیا۔ اپنے کو ظاہر کرنا خطرناک ہے۔ اس لئے رسک لینے سے قاصر ہوں۔" اور پھر لائن ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

فریدی نے چند لمحے سوچا پھر وہ کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ تیسرے منٹ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ اور پانچویں منٹ پر اس کی گاڑی کوٹھی سے باہر نکل رہی تھی اور گاڑی کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ دس منٹ میں وہ گاڑی کو رنگ روڈ پر موڑ چکا تھا۔ اور تیرہویں منٹ ڈاک بنگلے کے گیٹ پر اس کی گاڑی کے بریک چرچرا اٹھے تھے۔

اس نے ایک لمحے گاڑی سے اتر کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر تیزی سے ڈاک بنگلے کا گیٹ کھول کر اندر گھس گیا۔ دوسرے لمحے وہ ڈرائنگ روم کے ڈاک بنگلے میں تھا۔

وہ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی تھی جسکے خدوخال نے اسے بے حد حسین بنا دیا تھا۔ وہ اوندھے منہ زمین پر اس طرح پڑی تھی کہ اس کا چہرہ دروازے کے بالکل سامنے ہی تھا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ جو لکیر کی صورت بیچ بل کھاتا ہوا ناگن کی شکل اختیار کر کے دروازے کے پاس آ کر جمع ہو گیا تھا۔

چند لمحے فریدی نے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیا۔ پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا لڑکی کی لاش کی طرف مڑ گیا۔ اس نے لڑکی کی نبض ٹٹول کر دیکھی۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم کے دوسرے سامان کی

طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

وہ آئی گلاس کی مدد سے ہر چیز کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی عقابی نظریں ہر ہر کھڑکی اور ڈرائنگ روم کے دروازوں کی ایک ایک انچ کی جگہ میں گھس کر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

اس کام میں لگے اسے تقریباً بیس منٹ ہو چکے تھے۔ مگر کامیابی کا کوئی بھی آثار اس کے چہرے پر نہ تھا۔ مگر اس نے ابھی ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ برابر کوئی کلیو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جگہ جگہ اس نے پوڈر بھی چھڑکا تھا۔

وہ انہی حالات میں کمرے میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً گھونگرو کی ایک جھنکار سنائی دی وہ ایک دم پلٹا تھا۔ پھر تو اس کی آنکھیں اس طرح پھٹتی چلی گئیں جیسے اس پر حیرت کا دورہ پڑنے والا ہو۔

واقعہ بھی کچھ اسی قسم تھا۔ وہ لڑکی جو بہت دیر سے مردہ حالت میں زمین پر پڑی تھی جسے فریدی نے اچھی طرح دیکھ کر مردہ قرار دے دیا تھا۔ آہستہ آہستہ کسی ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی ڈانس کرنے کے پوز میں اٹھ رہی تھی۔

اب وہ پوری طرح کھڑی ہو گئی تھی۔ خون اب بھی اس کے منہ سے رستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور وہ پوری مہارت کے ساتھ کتھک ڈانس کر رہی تھی۔

فریدی کچھ دیر تک بت بنا اسے دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

لڑکی اب پورے جوش سے ناچ رہی تھی۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے اسے فریدی کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ ہر آنے والا لمحہ اس کے ناچ میں تیزی لا رہا تھا۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لڑکی کچھ دیر بعد اپنی ٹانگوں کا بیلنس قائم نہ رکھ سکے گی۔

فریدی اس کے قریب کھڑا بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ کیوں کہ وہ صرف ایک

مرکز پر ناچ رہی تھی۔ وہ اس کی ایک ایک حرکت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیوں کہ ناچنے والی مردہ لڑکی اگر کسی وقت اپنے مرکز سے ہٹتی تو فریدی کو ایسا محسوس ہوتا جیسے اسے دھکیل کر پھر اسی جگہ کر دیا گیا ہو یا کسی مقناطیسی طاقت نے اسے کھینچ لیا ہو۔ لڑکی کے پورے جسم میں زندگی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر آنکھیں اب بھی بجھی ہوئی پہلے کی طرح بے نور تھیں۔ اور برابر چھت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اور اس کی آنکھوں کا کالا تل بالکل سلور رنگ اختیار کر گیا تھا۔ یہ کیفیت سمجھتے ہی فریدی کی نگاہیں چھت میں بنے روشن دان کی طرف اٹھ گئیں۔ جہاں گہرے رنگ کی دو سنہری آنکھیں انگارے اگلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

فریدی کی نظر اس پر پڑتے ہی وہ آنکھیں پیچھے ہٹ گئیں۔ اور لڑکی کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح پھر زمین پر گر پڑی تھی۔

دوسرے لمحے فریدی دوڑتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر آیا اور پھر اسے زینہ پر چڑھ کر چھت کے پہنچ جانے میں دیر نہیں لگی۔ مگر چھت پر اسے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اس نے چاروں طرف جھانک کر دیکھا۔

پھر کسی خیال کے تحت وہ تیزی سے زینہ سے اترتا ہوا پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھنے لگا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر پھر اس کی آنکھیں فرط حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں کیوں کہ اب وہ مردہ لڑکی بھی وہاں موجود نہ تھی۔ نہ ہی زمین پر کوئی خون کا دھبہ تھا۔ بلکہ لڑکی کی جگہ لفافہ پڑا تھا جس پر انگریزی میں نمایاں طریقے سے لکھا تھا

"FORKARANL FARADI"

فریدی نے بڑھ کر وہ لفافہ اٹھا لیا۔ پھر اسے چاک کر کے ایک

ہرا کاغذ نکالا۔ جس میں ٹائپ سے لکھا تھا۔

کرنل فریدی۔ روحوں کے خالق نے یہ ادنیٰ سا نمونہ پیش کیا تھا۔ عنقریب اور بھی کمال پیش کئے جائیں گے۔

فریدی نے خط پڑھ کر اسے مٹھی میں دبا کر مسل دیا اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار جم سے گئے تھے۔

وہ چند منٹ یونہی کھڑا کسی بات پر غور کرتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوتی چلی گئی۔ اب وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ڈاک بنگلے کے گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پھر اس کی گاڑی کے انجن نے رات کے سکوت کو درہم برہم کر دیا اور گاڑی ایک جھٹکا کھا کر بل کھاتی ہوئی تارکول کی بنی سڑک کا سینہ چیرتی آگے بڑھ گئی۔

حمید جھلائے ہوئے انداز میں فریدی کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

فریدی نے اس کے آنے کا نوٹس نہیں لیا۔ ویسے وہ اس کے قدموں کی آواز سے یہ ضرور سمجھ گیا تھا کہ آنے والا حمید کے سوا کوئی نہ ہوگا۔

حمید ایک منٹ تک خاموش کھڑا رہا۔ مگر جب فریدی نے پھر بھی اس کی طرف توجہ نہ دی تو حمید جھلا کر بولا۔"

"جناب! حمید کا بھوت آیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے" فریدی نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔

"یہ کیا ہے" اس نے ایک کاغذ فریدی کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"فریدی نے ایک اچٹتی ہوئی نظر کاغذ پر ڈالی۔ پھر لاپرواہی سے بولا۔ کیوں کیا تکلیف ہوئی۔"

"دیکھئے جناب غلط اصطلاحات نہ استعمال نہ کیجئے۔"

"کیا چاہتے ہو" فریدی نے مسکراتی نظروں سے حمید کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جناب! میں اب کسی ہوٹل یا کلب میں جانا پسند نہیں کروں گا۔"

"یہ سوچ ہے کھا کے بلی حج کو کب سے جانے لگی۔"

جب سے تین لڑکیوں نے بیک وقت حمید صاحب سے شادی کرنے کے سلسلے میں یلغار کیا تھا۔ جنگ بہادر نے برابر کی میز سے آہستہ سے کہا۔

دیکھو میں ایسی باتیں پسند نہیں کرتا۔ یہ فریدی صاحب کی مہربانی ہے کہ میں نہیں اب تک برداشت کر رہا ہوں۔ ورنہ تمہارے ڈیل ڈول کی پرواہ کئے بغیر تمہاری چٹنی بنا سکتا ہوں۔"

"بنا کے تو دیکھو!" جنگ بہادر پر بھی قاسم کی طرح دورہ پڑنے لگا

"جنگ بہادر بدتمیزی نہیں۔" فریدی نے جنگ بہادر کی طرف گھورا۔

"اور جنگ بہادر ایسے ہی ہیجان ہو اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جیسے ابلتے ہوئے ابال پر کسی نے پانی کا چھینٹا ڈال دیا ہو۔

"حمید!" فریدی نے فائل کو گھورتے ہوئے کہا۔

میں بھی لڑکیوں کے درمیان رہ کر ہر قسم کا کام کرتا ہوں۔ مگر آج تک کسی لڑکی میں اتنی جرات نہیں ہوئی کہ وہ میرے لئے کوئی غلط بات سوچ سکے۔ ایک تم ہو کہ....."

تم نے اپنا انجام دیکھ لیا۔ اگر میں آڑے نہ آتا تو شاید تمہیں اپنے کئے کی سزا مل ہی جاتی تمہارا مذاق حقیقت بن جاتا۔ پھر فریدی نے نظریں اٹھا کر حمید کو دیکھا اور سمجھانے والے انداز میں کہنے لگا۔ تفریح الگ چیز ہے اور ڈیوٹی الگ چیز ہے۔ ہم جس محکمہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کی خاطر جہاں ہمیں موت کے منہ میں چھلانگ لگانی پڑتی ہے وہاں نہایت غلط جگہوں پر جانا بھی فرض میں شامل ہو جاتا ہے۔ اگر اپنی نیت صاف ہے تو سب ٹھیک ہے۔ ورنہ....."

"اگر آپ کسی مسجد میں وعظ دینے لگیں تو بہتر ہوگا۔ حمید نے جل کر کہا اور اٹھ کیوں

کے بل گھوم کر دروازے کے باہر نکل گیا۔

پچھلے دنوں فریدی نے اپنے محکمہ میں کچھ تبدیلیاں کی تھیں۔ جنگ بہادر اور روبینہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ جنگ بہادر جہاں ڈیل ڈول میں قاسم کا ہم پلہ تھا۔ وہاں وہ عقل کے معاملے میں بھی کم نہیں تھا۔ ہر کام وہ فریدی کی غیر موجودگی میں بھی نہایت سلیقے سے کر جاتا تھا۔

حمید کا قصہ یہ تھا کہ وہ قاسم کی طرح جنگ بہادر کی بھی کھنچائی کرنا چاہتا تھا۔ پہلے تو جنگ بہادر حمید سے بہت گھبرایا مگر مرتا کیا نہیں کرتا اس نے حمید کی توقع کے خلاف عقل سے کام کیا اور تین لڑکیوں کو حمید کے پیچھے اس طرح لگا دیا کہ حمید نے ہوٹل اور کلبوں میں جانے سے توبہ کر لی۔ اور لڑکی کا تصور بھی اس کے لئے عذاب ہو گیا۔ مگر مرتا کیا نہیں کرتا۔ حکم حاکم۔ وہ آج کراؤن بار جانے کے لئے مجبور کر دیا گیا اور جنگ بہادر کی ڈیوٹی بھی اس کے ساتھ لگا دی گئی تھی۔ اندھیرا ہوتے ہی وہ دونوں کراؤن بار پہنچ گئے تھے۔

کراؤن بار میں آج شہرہ آفاق رقاصہ لیڈی شہناز کا رقص پیش کیا جانے والا تھا۔ جس کے لئے گزشتہ کئی دنوں سے اخبارات کے پہلے صفحہ سیاہ کئے جاتے تھے۔ لوگوں میں اس پروگرام کے متعلق خاصی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ دلچسپی کا باعث میڈم شہناز کے رقص سے زیادہ خود اس کی اپنی شخصیت تھی۔

کراؤن بار دارالحکومت کے نئے نائٹ کلبوں میں سے نہیں تھا۔ لیکن اس کو ہمیشہ ہی گرینڈ ر ا green جا ہوٹلوں جیسی اہمیت حاصل تھی شہر میں کراؤن بار کے مقابلے چار چھ بہتر سے بہتر نائٹ کلب موجود تھے۔ مگر پچھلے دو ہفتوں سے کراؤن کے ہنگاموں نے اچانک جو کروٹ لی تھی وہ قابل دید تھی۔

میڈم شہناز کے وہاں آتے ہی اونچے طبقے کے افراد کراؤن بار پر ٹڈی دل کی طرح

ٹوٹ پڑے تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کراؤن بار اینڈ نائٹ کلب کا شمار شہر کے اول درجوں کے کلبوں میں ہونے لگا۔

اس وقت بھی ڈانسنگ ہال میں شہر کے سینکڑوں طبقے کے افراد اور افسران موجود تھے۔ ان کے درمیان موضوع گفتگو بھی میڈم شہناز کی دلچسپ شخصیت تھی۔ لیکن حمید کو ان سے کوئی سروکار نہیں تھا۔! وہ اپنی کرسی پر سنجیدگی سے بیٹھا اس وقت کی شان میں قصیدے پڑھ رہا تھا۔ جب فریدی نے اسے یہاں پہونچنے کے لئے باقاعدہ تحریری حکم نامہ پکڑا دیا تھا۔ یہ دیگر بات تھی کہ اس کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ اسے یہاں آنے کے احکامات کیوں ملے ہیں۔"

"بہت سنجیدہ نظر آ رہے ہو؟" جنگ بہادر نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ میڈم شہناز کے نمودار ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ حقیقتاً شہناز کے شیدائیوں میں سے رہا ہو۔ جنگ بہادر کو تعجب ہونا قدرتی بات تھی۔

"سچ!۔ جنگ بہادر نے چونکتے ہوئے حمید کو گھورا۔" لیکن دفتر میں تو احکامات ملتے وقت آپ کافی پریشان نظر آ رہے تھے۔

"تجاہل عارفانہ کا مطلب سمجھتے ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"یہی کہ ابھی تم اس لائن میں طفل مکتب ہو۔" حمید زیر لب مسکرایا۔ مزا تو جب ہے کہ جس چیز کے لئے تم زیادہ بے چین رہو۔ دوسرے اسی کو تمہاری بیزاری سے منسوب کریں۔

"یہ تم کہہ رہے ہو۔ جنگ بہادر کو اپنی قوت سماعت پر دھوکہ ہونے لگا۔

"ہاں۔!" حمید سنجیدہ ہو گیا "زندگی میں آج پہلی بار میں نے تمہارے سامنے اس

حقیقت کا انکشاف کیا ہے اور اس امید پر کہ تم اسے دوسروں پر ظاہر نہیں کرو گے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھے گھسنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

پھر تو تمہیں شاید اس بات کا یقین آنا بھی مشکل ہے کہ میں گزشتہ بارہ روز سے برابر یہاں آ رہا ہوں۔ حمید بدستور سنجیدہ تھا۔

"کون۔ آپ۔؟"

"ہاں۔! مگر آج میں یہاں انتقامی جذبے کے تحت آیا ہوں۔"

"انتقامی جذبہ۔" جنگ بہادر نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔ میں سمجھا نہیں

"شہناز نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کراؤن بار سے اپنا معاہدہ ختم کر لیگی لیکن خلاف توقع آج پھر وہ عوام کے سامنے آ رہی ہے

"گڈ۔" اس بار جنگ بہادر مسکرا پڑا۔ "آپ مذاق بھی خاصہ سنجیدہ کر لیتے ہیں۔ حمید بھائی مجھے یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" حمید قدرے ترشی سے بولا۔ شہناز کو اپنی وعدہ خلافی بہت مہنگی پڑے گی

"ختم کیجئے حمید صاحب؛ کیوں خواہ مخواہ اچھی خاصی سوسائٹی کا مزا کرکرا کر رہے ہو۔"

"بکومت۔! اچانک حمید جھلا گیا" میں اس قسم کے معاملات میں غلط بیانی کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں۔ اگر تم پابندی سے اخبارات کا مطالعہ کرتے رہے ہو تو شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ شہناز کو یہاں آئے آج پورے بارہ روز گذر چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں اس نے صرف دو بار اپنے فن کا مظاہرہ کیا تھا حالانکہ نائٹ کلب والوں کی طرف سے یہی اعلان کیا گیا تھا کہ وہ روزانہ اسٹیج پر

نمودار ہوگی۔

اس بار جنگ بہادر نے فوری ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ نیبر ٹھیک نن نے پہنچایا تھا۔ حمید نے جو کچھ کہا تھا حرف بحرف سہی تھا۔

ہوسکتا ہے کہ کلب کے مینجنگ نے اس کا معاہدہ منسوخ کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ ایک لمحے خاموش رہنے کے بعد جنگ بہادر نے کہا۔ شہناز کراون بار کے لئے سونے کی چڑیا ثابت ہوئی ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔" حمید نے تیزی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ اپنی مجبوری کا اظہار مجھ سے کرتی تو میں کراون بار کے مینجنگ سے سمجھ لیتا۔ اینجنگ کے فرسنوں کو بھی میرے حق میں دست بردار ہونا پڑتا۔"

"آپ اگر چاہیں تو اب بھی پروگرام منسوخ کرایا جاسکتا ہے۔"

"وہ کس طرح۔"

"بار کا مالک کسی زمانے میں اسمگلنگ کے چکر میں پھنس چکا تھا۔" جنگ بہادر نے دبی زبان میں کہا۔ کرنل فریدی کہہ رہے تھے کہ ان کی سفارش پر ہی اسے چھوڑا گیا تھا۔ آج بھی اس کیس کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے۔ کہوں کرنل صاحب سے۔

"اوہ! گویا تم مسٹر سنگھ سے واقف ہو۔" حمید دل ہی دل میں ہنس پڑا مذاق ہی مذاق میں اس نے جنگ بہادر سے ایک کارآمد بات معلوم کرلی تھی مگر اس کا چہرہ اندرونی جذبات کے تاثرات سے یکسر عاری تھا۔

"جی ہاں۔ صرف اشارے کی دیر ہے۔"

"نہیں! — میں جبر یا محبت کا قائل نہیں ہوں۔"

"آپ کی مرضی۔" جنگ بہادر نے شانوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک پوچھ بیٹھا! "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہمیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔"؟

"کیوں ۔ ۔ ؟ کیا فریدی صاحب نے تمہیں اس کی وجہ نہیں بتائی تھی۔"

"نہیں۔"

"کراؤن بار میں قتل ہونے والا ہے۔"

"قتل! — کس کا۔؟"

"اس کا علم خود فریدی صاحب کو بھی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب کسی نے فون پر انہیں اسی خطرے سے آگاہ کیا تھا۔"

"اوہ! — پھر تو ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔" جنگ بہادر نے شانے اچکاکر گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ یہ بات ابھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ آئی تھی کہ حمید محض اسے الو بنا رہا ہے۔"

"ہاں۔ ! ہمارے سوا یہاں اور بھی کچھ سادہ لباس والے موجود ہیں۔"

"کہاں۔"

"خبردار! اس حماقت کا ثبوت مت دو۔ حمید نے جنگ بہادر کو اس وقت تجسس بھری نظروں سے ہال کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ ٹوکتے ہوئے کہا۔ تمہاری یہ حرکت جرائم پیشہ گروہ کے افراد کو ہماری طرف سے مشکوک کر سکتی ہے۔"

جنگ بہادر کو بھی فوری طور پر اپنی جلد بازی کا احساس ہوگیا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ وہ کچھ کہتا حمید کی نظریں دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ جہاں سے روبینہ اندر داخل ہو رہی تھی۔

"بات خاصی اہم معلوم ہوتی ہے۔ حمید نے چھبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ فریدی صاحب کی خفیہ فورس بھی حرکت میں آگئی ہے۔

"بلیک فورس کا کوئی آدمی۔؟"

"خاموش رہنا۔" لیڈی انسپکٹر روبینہ اسی طرف آ رہی ہے۔" جنگ بہادر نے کنکھیوں سے دیکھا۔ روبینہ کا رخ اسی جانب تھا۔"

ڈاکٹر رحمان اسوقت تک اپنی جگہ کھڑا رہا جب تک ٹرک کی بیک لائٹس اسے نظر آتی رہیں۔ پھر اس کے نظر سے اوجھل ہوتے ہی اس نے جیب سے سگار نکال کر سلگایا اور اس کا کثیف دھواں فضا میں بکھیرتا ہوا ساحلی علاقے کی نواحی بستی کی جانب بڑھنے لگا جو تاریک پڑی تھی۔

ہوائی شائیں شائیں اور سمندر کی موجوں کی آوازنے فضا کو روحانیت بخش رکھی تھی۔ ادور دور تک کسی فرد و بشر کا نشان نہیں تھا۔

ڈاکٹر لانبے قد کا مضبوط آدمی تھا۔ بھاری جسم نے اس کی شخصیت کو بڑی حد تک اجاگر کر رکھا تھا۔ سردی کی شدت سے بچنے کی خاطر اس نے کالر کان تک چڑھا رکھے

تھے۔ سر پر فیلٹ ہیٹ پیشانی پر جھکی ہوئی تھی۔ سیدھے ہاتھ میں اس نے لمبی شکاری ٹارچ پکڑ رکھی تھی۔ الٹا ہاتھ پتلون کی جیب میں تھا۔

نواحی بستی کے قریب پہونچکر وہ ایک لمحے کیلئے رکا۔ بڑی بڑی چمکدار نگاہوں سے ارگرد کا جائزہ لیا۔ پھر اس بات سے مطمئن ہوکر کہ کوئی دوسرا ذی نفس اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ اس کے قدم دوبارہ حرکت میں آ گئے۔

شکاری ٹارچ کو ابھی تک روشن نہیں کیا گیا تھا۔ تنگ و تاریک متعفن گلیوں میں اس کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ پہلے بھی یہاں متعدد بار آ چکا ہو۔"

پر پیچ راستوں سے گزرتا ہوا وہ ایک دو منزلہ کچی عمارت کے دروازے پر پہنچکر رک گیا۔ اوپری منزل سے روشنی کی ہلکی ہلکی جھلک نظر آ رہی تھی۔

ایک سکینڈ دوبارہ قرب و جوار کا جائزہ لینے کے بعد اس نے بڑھ کر دروازے پر آہستہ آہستہ تین بار دستک دی۔ پھر دوسری طرف سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

دروازے کی پشت سے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی شاید دستک کی آواز سن کر ہی کوئی آ رہا تھا۔

"کون۔" اندر سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر رحمان۔"

"مچھروں کی بستی میں اتنی رات گئے کیا کرنے آئے ہو۔"

"صرف رات گزارنے کی خاطر۔"

"غلط جگہ قسمت آزمائی ہے۔" اندر سے کہا گیا۔ "یہ سرائے نہیں ہے۔"

"تاریکی کے مسافر جہاں ٹھہر جائیں وہاں رات بن جاتی ہے۔" ڈاکٹر رحمان نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"کہاں سے آئے ہو۔"

"گھبراؤ نہیں دوست میں کوئی بدروح نہیں ہوں۔"

"اس پر اندر سے کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ چٹخنی گرنے کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ ڈاکٹر رحمان دوسرے ہی لمحے اندر تھا۔

دروازہ کھولنے والا ایک بھاری بھرکم اور گٹھے ہوئے جسم کا فرد تھا گھنی مونچھوں اور گول چہرے نے اس کی ظاہری شان کو کافی بارعب بنا رکھا تھا۔ ویسے پہناوے اور رہن سہن کے اعتبار سے وہ بھی بستی کے دوسرے مچھیروں سے مختلف نہیں تھا۔

"کیا خفیہ سوالات کی ضرورت اب مجھ سے بھی پیش آنے لگی دلاور خان" ڈاکٹر نے اندر پہنچ کر کہا۔

"گستاخی معاف ڈاکٹر۔ مجھے آپ کی آمد کی اطلاع نہیں تھی۔"

"ہاں۔ مجھے بھی اچانک یہاں آنے کا حکم ملا تھا۔"

"کیا آپ تنہا آئے ہیں۔"

"ہاں۔ خان ڈیوڈ مجھے پہنچا کر واپس چلا گیا۔"

"آپ نے شاید اسے رکنے کی جرات نہیں کی ہوگی۔"

"میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" ڈاکٹر نے بے رخی سے کہا۔ ویسے میں باس سے اس کی شکایت ضرور کروں گا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"بدتمیز آدمی ہے۔" ڈاکٹر نے حقارت سے کہا۔ پھر قدم بڑھاتا ہوا اوپری منزل کے زینوں کی طرف بڑھنے لگا۔

"میرا خیال ہے آپ اگر خان ڈیوڈ کی شکایت نہ کریں تو بہتر ہے۔ دلاور نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔"؟

"باس نے اسے بہت زیادہ لفٹ دے رکھی ہے جناب۔"

"خیر۔ یہ بات میرے سوچنے کی ہے۔" ڈاکٹر اوپری منزل کے کمرے میں پہنچ کر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تقریباً ۵ منٹ تک خاموشی رہی۔ دلاور پرانی وضع کی لالٹین کی روشنی میں ڈاکٹر کے سامنے چپ چاپ کھڑا رہا۔

"پروفیسر خضری کی لاش کہاں ہے۔؟" ڈاکٹر نے مہرِ سکوت توڑ دی۔

"ابھی حاضر کرتا ہوں۔" دلاور خان نے مشینی انداز میں جواب دیا۔ پھر لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا نیچے چلا گیا۔ دس منٹ بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھوں پر ایک اکڑی ہوئی لاش جھول رہی تھی۔

ڈاکٹر کے اشارے پر لاش کو کمرے کے درمیان میں بچھی ایک شکستہ میز پر رکھ دیا گیا۔

"اس کی موت کی ذمہ داری غالباً تمہارے ہی ذمہ تھی۔ ا۔ کیوں۔؟"

"جی ہاں۔"

"جسم پر کوئی نشان تو نہیں ہے۔"

"نہیں جناب۔" دلاور ادھورا کام کرنے کا عادی نہیں ہے۔"

"گڈ۔ ڈاکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب تم اس وقت تک قطعی خاموش رہو گے۔ جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں۔"

"بہتر ہے جناب۔"

ڈاکٹر رحمان جواب دینے کے بجائے تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جیکٹ اتار کر اس نے فرش پر اچھال دیا۔ اور قدم بڑھاتا ہوا پروفیسر کی لاش کے نزدیک آ گیا۔ جو بدستور

میز پر اکڑی ہوئی حالت میں پڑی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے لاش کو قہر آلود نگاہوں سے گھورتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ حرکت کرنے لگے لیکن آواز اتنی زیادہ نہیں تھی کہ دلاور خان اسے سن پاتا۔ ! ویسے یہ دیگر بات تھی کہ وہ ڈاکٹر رحمن کے موجودہ رویہ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کمرے کے گھٹے گھٹے ماحول میں ڈاکٹر کے منہ سے نکلتے ہوئے بے ربط جملے شہد کی مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ کے انداز میں گونجتے رہے۔

پندرہ منٹ کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن ڈاکٹر کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کسی پتھر کے مجسمے کی طرح وہ اپنی جگہ کھڑا تھا۔ اندھیرے میں چمکتی ہوئی نگاہیں بدستور لاش پر مرکوز تھیں۔ اور ہونٹ ہل رہے تھے۔

دلاور اپنی پوزیشن پر چپ چاپ کھڑا پھٹی پھٹی نظروں سے ڈاکٹر کو گھور رہا تھا اس کے لئے موجودہ سچویشن یقیناً حیرت انگیز تھی یہ بات اس کے فرشتوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ کہ ڈاکٹر رحمان مردوں میں بھی دوبارہ زندگی کی رمق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کا احساس تو دلاور کو اسی وقت ہوا تھا۔ جب اس نے پروفیسر ہنگری کی لاش میں حرکت پیدا ہوتی دیکھی تھی۔ قریب تھا کہ وہ خوف کے مارے چیخ مار کر بھاگ کھڑا ہوتا لیکن دوسرے ہی لمحے اسے ڈاکٹر کی ہدایت کا خیال آگیا۔

اور اس وقت تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اسے پروفیسر کے مردہ جسم کو بالکل جیتے جاگتے انسانوں کی طرح میز پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حالانکہ خود دلاور نے اسے اپنے پراسرار باس کی ہدایت پر آج سے چار روز قبل موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اور باس کی ہدایت پر ہی پروفیسر کی لاش کو اس دو منزلہ عمارت کے زمین دوز تہہ خانے میں محفوظ رکھا تھا۔"

"پروفیسر ہنگری ―" اچانک ڈاکٹر کی آواز کمرے میں بوجھل اور ڈراؤنے سکوت کو توڑتی ہوئی ابھری۔

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو ― میں ..... جس نے تمہیں نئے سرے سے زندگی بخشی ہے تمہاری روح کا مالک ہی میں ہوں۔! ― جواب دو ― کیا تم میری بات سن رہے ہو۔" یاد رکھو تم ہی پروفیسر ہنگری ہو۔

"ہاں۔"

پروفیسر کے مردہ ہونٹوں کو جنبش ہوئی لیکن آواز دور کسی ویرانے سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"پروفیسر۔! میں جو روح کا مالک ہوں اگر چاہوں تو تمہیں دوبارہ ختم کر سکتا ہوں۔"

"نہیں ! ― میں ..... ابھی ..... مرنا ... نہیں ... چاہتا ..."

پروفیسر نے رک رک کر کہا۔ "مجھے .... ابھی ..... دنیا میں .... بنی نوع .... انسان ..... کے لئے بہت .... کچھ .. کرنا ہے ..."

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں اس کا موقع ضرور دوں گا۔" ڈاکٹر نے افسرانہ شان سے کہا۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تم میرے اشاروں پر چلو۔"

"مجھے منظور ...... ہے۔"

"گڈ ! ..... اب تم آرام سے لیٹ رہو۔ دوبارہ تم اس وقت بیدار ہو گے جب میں تمہیں حکم دوں گا۔ کیا سمجھے۔" یاد رکھو تمہارا نام پروفیسر ہنگری ہے

"سمجھ گیا۔"

"چلو اب آرام سے لیٹ رہو۔ سکون اور آرام کی نیند سو جاؤ۔" ڈاکٹر انہیں الفاظ کو بار بار دہرا رہا۔"

دلاور بدستور اپنی جگہ تصویرِ حیرت بنا کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

پروفیسر کا مردہ جسم آہستہ آہستہ میز پر جھک رہا تھا۔ پھر دلاور کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوبارہ میز پر اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ کھلی ہوئی آنکھیں دو تین بار تھوڑے تھوڑے وقفے سے پھڑپھڑائیں۔ پھر ان میں زندگی کے آثار یک لخت ختم ہو گئے۔

ڈاکٹر رحمن کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"ڈاکٹر ـ ...... یہ سب ...... سب کچھ ... کک ..... کیا ....

تھت ... تھا۔" دلاور نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔ لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ خوف سے دہشت کے مارے نڈھال ہو کر کٹے ہوئے شہتیر کی مانند دھڑام سے پختہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

ڈاکٹر رحمان دلاور خان کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا۔

[redacted]

پروگرام شروع ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ لو لیکن لوگوں کی دلچسپی برقرار رکھنے کی کیلئے آرکسٹرا کی دھنیں بج رہی تھیں۔ اور فلور پر رنگین جوڑے آپس میں خلط ملط لہراتے پھر رہے تھے۔

حمید کے علاوہ جنگ بہادر کی توجہ بھی روبینہ کی طرف تھی۔ جو ان کی میز کی طرف آنے کی بجائے ایک قریبی ٹیبل پر بیٹھی ہوئی کسی غیر ملکی باشندے سے بات چیت کرنے میں مصروف تھی۔ حمید کو اس بات کا پہلے ہی سے یقین تھا کہ روبینہ اس کی میز پر آنے سے گریز کرے گی۔ اس لئے کہ محکمہ سراغرسانی کی ملازمت کے دوران اس کی حمید سے ہمیشہ نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حمید اس بات کو بھی کسی قیمت پر ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ کراؤن بار میں محض اتفاقیہ پروگرام کے تحت آئی ہوگی۔ بار میں اس کی موجودگی سو فیصدی کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تھی۔

"کیا آپ اس کے ساتھی سے واقف ہیں۔"

"جنگ بہادر نے حمید سے دبی زبان میں پوچھا۔ اشارہ اسی غیر ملکی کی طرف

تھا۔ جو روبینہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

"نہیں۔ کیوں۔؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ یہاں بہت پہلے سے موجود ہے۔" جنگ بہادر بولا۔ "روبینہ تنہا اندر آئی تھی۔

"کہنا کیا چاہتے ہو۔؟"

"ہو سکتا ہے کہ یہ بھی باس کی بلیک فورس کا کوئی فرد ہو۔"

"ناممکن! — بلیک فورس میں صرف بلیک آدمی بھرتی ہوتے ہیں —! فریدی صاحب سفید چمڑی والوں پر اعتماد کرنے خلاف ہیں۔ ایسی صورت میں میڈم روبینہ اور اس کی غیر ملکی کا ساتھ کیا معنی رکھتا ہے۔" اس کا جواب کرنل دیں گے۔

"اوہ! — شاید تم بھول رہے ہو کہ روبینہ بھی سفید چمڑی والوں کی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔"

"لیکن کے باوجود میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار سا نہیں ہوں کہ وہ باس سے بے وفائی کرے گی۔

"ختم کرو اس بحث کو ..... ہم یہاں محبت کے فلسفے پر ریسرچ کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے ہیں۔"

"آپ نے شاید غیر ملکی کے رویہ پر غور نہیں کیا۔" جنگ بہادر نے کنکھیوں سے روبینہ کی میز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میڈم روبینہ کی ملاقات سے وہ خوش نہیں ہے۔"

"پھر۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟"

غالباً اس سفید چمڑی والے کو اس غیر متوقع ملاقات کی امید نہ تھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جناب کہ ان کے درمیان یہ پہلی ملاقات ہے۔"

"میری ایک رائے پر عمل کرو گے۔" حمید نے کچھ ایسے ہی انداز میں میز پر کہنی ٹیک کر جنگ بہادر کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی جیسے وہ کوئی بہت اہم بات کہنے کا ارادہ رکھتا ہو۔"

"کیا۔؟" جنگ بہادر بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"ملازمت ترک کر کے فٹ پاتھ پر مجمع لگانا شروع کر دو۔ بزنس بری نہیں رہے گی۔ روزانہ سو پچاس کہیں نہیں گئے۔" لہجہ افغانی رکھنا ڈبل ڈول مناسب ہے جنگ بہادر جواب میں برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ حمید کا مقصد بھی یہی تھا۔ کہ وہ چپ ہو جائے۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر وہ حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ فریدی نے ظاہر ہے تفریح کے لئے کراؤن بار نہیں بھیجا ہوگا۔۔ پھر روبینہ کی موجودگی بعید از مصلحت نہیں ہو سکتی۔

حمید کو یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ فریدی روبینہ کو بہت ہی اہم اور خاص موقعوں پر استعمال کرتا تھا۔"

تھوڑی دیر تک وہ اسی مسئلہ پر غور کرتا رہا۔ لیکن اچانک وہ چونک اٹھا۔ ڈائننگ ہال کے مین گیٹ سے اندر آنے والا فرد اس کی توجہ کا باعث بن گیا۔ یہ خان ڈیوڈ کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ حمید متعدد بار اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ غوری کرسی کی پشت سے ٹکا۔ روبینہ اور غیر ملکی کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن حمید بدستور خان ڈیوڈ کی شخصیت میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اوجہ معقول تھی۔

کاؤنٹر تک پہونچنے پہونچتے خان ڈیوڈ نے جس انداز میں ایک دو بار معنی خیز نظروں سے روبینہ کے ساتھی کو دیکھا تھا وہ حمید کے لئے مشکوک تھا۔ اس کے ساتھ ہی حمید کو جنگ بہادر کی اس بات کا خیال آگیا جو اس نے غیر ملکی اور روبینہ کی ملاقات کی بابت کہی تھی۔

دوسرے ہی لمحے حمید کی کھوپڑی پوری رفتار سے سوچنے لگی تھی۔

"جنگ بہادر۔" تھوڑے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "کیا تم نے کسی خان ڈیوڈ کا نام سنا ہے۔"

"خان ڈیوڈ۔" جنگ بہادر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آپ کا اشارہ اس ٹرک ڈرائیور کی طرف تو نہیں ہے۔ جو خود اپنے آپ کو بڑی شان سے خرام کا تخم کہتا پھرتا ہے۔"

"تم اس کے متعلق اور بھی کچھ جانتے ہو۔"

"نہیں — کیوں۔؟ کوئی خاص بات۔" جنگ بہادر نے وضاحت طلب انداز میں جواب دیا۔

"اس کا جواب پھر کبھی دوں گا۔" حمید سرگوشی میں بولا۔ "فی الحال میری چھٹی حس یہ محسوس کر رہی ہے کہ روبینہ کے علاوہ کچھ دوسرے افراد بھی اس غیر ملکی میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بہت ممکن ہے کہ روبینہ کے وہاں سے ہٹتے ہی کوئی تیسرا آدمی اسے کنکٹ کرے تم اسی طرف سے آنکھیں کھلی رکھنا۔"

"اور آپ۔؟"

"میں میڈم روبینہ کو وہاں سے ہٹانے جا رہا ہوں۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"فلور شو میں ابھی دس بارہ منٹ باقی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے پیشتر ہی ہمیں یہاں بھیجے کا مقصد معلوم ہو جائے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ جنگ بہادر کوئی سوال کرتا حمید ایڑیوں کے بل گھوم کر روبینہ کی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ آرکسٹرا کی مسحور کن دھن پر نوجوان جوڑے ابھی تک چکنے فرش پر بل کھاتے پھر رہے تھے۔

"میڈم کیا میں آپ کے ساتھ رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے روبینہ کے قریب پہنچ کر کہا۔

روبینہ نے حمید کو ایسے انداز سے گھورا جیسے پہلی بار ملی ہو۔ غیر ملکی نے بھی اس کی آمد کو برا محسوس کیا تھا۔

"پلیز میڈم۔" حمید نے دوبارہ کہا۔ "اگر آپ نے میری درخواست منظور کر لی تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"کیوں۔؟ انگر —" روبینہ نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ "تم برا تو نہیں مانو گے۔"

"نہیں" نہیں۔" غیر ملکی نے تیزی سے کہا۔ حمید نے یہ چیز محسوس کرنے میں دیر نہیں کی تھی کہ انگر روبینہ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

روبینہ نے ایک بار پھر حمید کو عجیب نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کے ساتھ اٹھ کر ڈانسنگ فلور پر آگئی۔ ایک منٹ بعد ہی دونوں رقص کرنے میں مصروف ہو گئے۔

"تم نے مجھے وہاں سے اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔" روبینہ نے آہستہ سے کہا۔ "میں اسے ایک خاص سلسلے میں چیک کرنا چاہتی تھی۔"

"مجبوری کا دوسرا نام صبر ہے۔ اگر میں پیٹ میں گرانی محسوس کر رہا ہوتا تو رقص کی فرمائش نہ کرتا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"زیادہ کھانے کے بعد تھوڑی چہل قدمی ضروری ہے۔ ہاضمہ پر اچھا اثر پڑتا ہے۔"

"تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ میں عورت ہوں جس سے بات کرنے کی تم قسم کھا چکے ہو" روبینہ نے حمید کو چھیڑا۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ عورت اور دیمک میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر اطلاعاً عرض ہے کہ شام کی کھائی قسم صبح تک ہضم ہو جاتی ہے۔" حمید نے آنکھ کا گوشہ دبا کر کہا۔ "میں جوان ہوں اور تم حسین پھر قسم بچاری ایسی جگہ کہاں ٹھہر سکتی ہے۔"

"میں کرنل سے کہوں گی۔" روبینہ نے دھونس دی۔

"خیر! اگر تم نے نہ کہا تو میں سمجھوں گا کہ تم مجھ پر عاشق ہو چکی ہو۔" "مگر یہ تو بتاؤ یہ اڈو کون ہے۔" حمید نے گفتگو کا رخ بدلا۔

"کیا۔ تم بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہو۔"

"میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اسے چیک کر رہے ہیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ رقص کے دوران بھی اس نے خان ڈیوڈ کو تین چار بار چیک کیا تھا۔ جو کاؤنٹر پر بیٹھا شراب کی چسکیاں لے رہا تھا۔ حمید نے اسے خاص طور پر اڈگر کی جانب پلٹ پلٹ کر گھورتے دیکھا تھا۔

"دوسرے لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔" روبینہ نے پوچھا۔

"بھئی ——" اچانک ایک آواز کے ساتھ پوری عمارت کی لائٹ غائب ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے کسی کی دردناک چیخ تاریکی میں تیزی سے ابھری۔

"جنگ بہادر۔ مین گیٹ پر پہنچنے کی کوشش کرو۔" حمید نے اونچی آواز میں کہا۔ پھر وہ بھی تیزی سے تاریکی میں ٹٹولتا ہوا آگے کی جانب بھاگا تھا۔ لیکن اندھیرے میں وہ ہال میں الجھی ہوئی میزوں سے ٹکرا کر اوندھے منہ زمین پر گرا تھا۔

تقریباً تین منٹ بعد پورا ہال روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ حمید نے اٹھ کر اڈگر

کی میز کی طرف دیکھا اور اچھل پڑا۔

اڈگر اپنی میز پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ کشمیری وضع کا ایک خنجر اس کی پشت پر دستے تک گھسا نظر آ رہا تھا۔

حمید نے لپک کر اس کی نبض ٹٹولی لیکن اس کا جسم سرد پڑ چکا تھا۔

خان ڈیوڈ اس وقت بھی کاؤنٹر پر موجود تھا۔

جنگ بہادر حیرت سے کھڑا حمید کا منہ تک رہا تھا۔ اس کا سانس کچھ اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ سینہ دھونکنی کی طرح کام کرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

فریدی اپنے کمرے میں بیٹھا روبینہ سے گذشتہ رات کی تفصیل سن رہا تھا۔ کمرے میں حمید بھی موجود تھا۔ لیکن ابھی تک اس نے اپنی زبان نہیں کھولی تھی۔ ویسے یہ دیگر بات تھی کہ وہ اسوقت روبینہ کے خلاف دل ہی دل میں تاؤ کھا رہا تھا جس نے اڈگر کی موت کی ذمہ داری اس کی ذات سے منسوب کی تھی۔

کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا لاپرواہی سے وہ روبینہ اور فریدی کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔

"تمہاری رپورٹ کیا ہے ـــ" فریدی نے چند لمحے بعد حمید سے سوال کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں خود کو مکمل رپورٹ پیش کرنے کے قابل نہیں بنا سکا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"شہناز کے رقص کرنے سے قبل وہاں ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ حمید بدستور سنجیدگی سے بولا۔ "مکمل رپورٹ ظلور شو دیکھنے کے بعد ہی پیش کی جا سکتی ہے۔" ویسے اگر اخبارات کی رپورٹ غلط نہیں ہے تو شہناز اچھی خاصی ڈانسروں میں شمار کی

جا سکتی ہے۔" مجھے آپکی پسند کی داد دینی ہے۔"

"میں نے پیش آنے والے حادثے کی رپورٹ طلب کی تھی۔" فریدی نے جھلا کر کہا۔

"وہ آپ کو میڈم روبینہ سنا چکی ہیں۔"

"ہم ہہ۔ گویا تم اس وقت سنجیدگی کے موڈ میں نہیں آ سکتے۔! کیوں۔؟"

"میں قطعی سنجیدہ ہوں جناب۔" حمید سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"کیا مجھے اپنا سوال دوبارہ دوہرانا پڑے گا۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ کس چیز کو رپورٹ درکار ہے جبکہ مجھے یہ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ اُن بار میں میری موجودگی کا کیا مقصد تھا۔

"بکواس! ـ تم اپنے کامن سنس کو استعمال کرنا کب سیکھو گے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ تمہیں ہمیشہ بچوں کی طرح انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا جائے۔"

"بزرگوں کے سامنے گردن اٹھانا بھی بے ادبی سمجھا جاتا ہے محترم۔"

"صرف زبان چلانا جانتے ہو۔" فریدی جھلا گیا۔ "تمہیں شاید اڈگر کی اہمیت نہیں معلوم تھی۔"

"بالکل درست خیال ہے۔" حمید نے کہا پھر روبینہ پر حملہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے اہمیت کیوں دی جا رہی ہے۔ جبکہ بار میں اس سے زیادہ خوبصورت نوجوان موجود تھے........

"شٹ اپ۔" فریدی بول پڑا۔ حمید کا مفہوم وہ بخوبی بھانپ چکا تھا۔ روبینہ اپنی کرسی پر صرف پہلو بدل کر رہ گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ گفتگو کا سلسلہ دوبارہ جاری ہوتا فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ـ فریدی اسپیکنگ۔"

"اردو میں بات کرنا سیکھو مائی ڈیئر۔" سراغرساں کی دم۔"

دوسری طرف سے کسی نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "میں انگریزی داں قسم کے لوگوں سے شدید نفرت کرتا ہوں۔"

"کون ہو تم۔؟" فریدی نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"تمہاری موت۔" اس بار بھی لاپرواہی سے کہا گیا۔ "کراؤن بار میں پیش آنے والے حادثے کے پیچھے مت پڑو مسٹر سراغرساں۔ تمہارے فرشتے بھی اڈگر کی موت کا سراغ نہیں لگا سکتے۔"

"اوہ۔ گویا میں اس وقت اڈگر کے قاتل سے بات کر رہا ہوں۔"

"ابھی طفل مکتب ہو فریدی۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے کہا۔ "اگر تمہارے اندر اتنی ہی صلاحیت ہوتی تو پروفیسر ہنگری کا مسئلہ ہی تمہارے لئے وبال جان کبھی نہ بنتا۔"

"کیا! — اڈگر اور پروفیسر۔۔۔۔۔"

"بہت دیر میں سمجھے حقیر چوہے۔" دوسری طرف سے حقارت سے جواب ملا۔ "میری مانو تو کچھ دنوں کے لئے جب تک پروفیسر ہنگری کا معمہ حل نہ ہو جائے چھٹی لے کر گھر میں دبکے بیٹھے رہو۔ ورنہ اس بار تمہاری شہرت خاک میں مل جائے گی۔"

"تمہاری معلومات کا شکریہ — اور کوئی بات۔"

"ہاں — آج سے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دو کہ وہ آئندہ سے محتاط رہ کر قدم اٹھائیں۔"

"کوئی نیا چیلنج۔"

"بکواس مت کرو۔" اس بار دوسری جانب سے غرّاتی آواز ابھری۔ "اڈگر کی موت مجھے گراں گزری ہے مگر غلطی اسی کی تھی اسے روبینہ کو لفٹ نہیں دینا چاہیے تھی۔"

ویسے میں تمہاری معلومات کی داد ضرور دوں گا کہ تم نے اڈگر سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ عورت اڈگر کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔

"کیا تم یہ معلوم نہیں کرو گے کہ میں نے اپنے تمام اسٹاف کو خاص طور پر کراؤن بار میں کیوں تعینات کیا تھا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اچھا سراغرساں۔۔ چیریو۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ اس لئے فریدی نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ لیکن اب اس کی پیشانی پر بے شمار آڑی ترچھی لکیریں نمایاں تھیں۔

"کس کا فون تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"جرائم پیشہ گروہ کا کوئی فرد تھا۔" فریدی بولا۔ "صرف ایک اہم بات معلوم ہوئی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔؟"

"اڈگر کی موت اور پروفیسر ہنگری کی گمشدگی ایک ہی سلسلے کی دو مختلف کڑیاں ہیں۔"

"نہیں۔" حمید اچھل پڑا۔

"تم نے ابھی تک حادثے کی تفصیل نہیں بتائی۔" اس بار فریدی نے حمید کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "روبینہ کو اڈگر کے پاس سے ہٹانے کی ضرورت تم نے کیوں محسوس کی۔"

"مجھے شبہ تھا کہ ایک تیسری شخصیت بھی اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"کون۔؟"

"خان ڈیوڈ۔" حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر تفصیل دہرانے لگا۔

"کیا وہ مرڈر کے بعد بھی وہاں موجود تھا۔

"ہاں۔"

"اور تم نے اسے چیک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

جنگ بہادر کو اس آدمی کی نگرانی پر معمور کیا جاچکا ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"وہ موٹا بھی اب آدھا جاسوس ہوچکا ہے۔"

فریدی کسی گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔ پھر اس کی محویت اسی وقت ختم ہوئی جب فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔

"اس بار آئی۔جی کی کال تھی۔

"میں فریدی بول رہا ہوں جناب...."

"تمہیں کراؤن بار کی اطلاع مل چکی ہوگی۔"

"جی ہاں۔ کوئی خاص بات۔"

"ہاں۔ پروفیسر ہنگری کی گمشدگی کا تعلق بھی غالباً اسی گروہ سے ہے۔ جس نے اڈگر کا خاتمہ کیا ہے۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔؟ فریدی نے تیزی سے پوچھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے مجھے فون پر یہ اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن مخبر نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"پروفیسر ہنگری کی گمشدگی واقعی حیرت انگیز ہے جناب۔"

"اسی لئے میں نے یہ کیس تمہاری برانچ کو سونپ دیا ہے۔" آئی جی نے کہا۔ پروفیسر بے حد قابل آدمی تھا۔! ویسے شاید تمہیں یہ بات نہ معلوم ہوگی کہ وہ غائب ہونے سے قبل روحوں کے وجود پر کوئی اہم ریسرچ کر رہا تھا۔

"یہ اطلاع میرے لئے نئی ہے۔"

"کیس فائل تمہیں روانہ کی جاچکی ہے۔ اس میں پروفیسر کے متعلق تمام اہم تفصیلات موجود ہیں۔"

آئی جی نے چونکہ لائن کاٹ دی تھی اس لئے فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور بڑی سنجیدگی کے عالم میں دبیز قالین کی سینہ کوبی کرنے لگا۔

حمید اور رد بینہ دونوں کی وضاحت طلب نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

[redacted]

جنگ بہادر اس وقت بھی آگے جانے والی ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا۔ گزشتہ رات سے اب تک وہ سائے کی طرح خان ڈیوڈ کے پیچھے لگا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ کسی ایسی خلاف توقع بات نہیں چک کرسکا تھا۔ جن کی بنا پر حمید کے شبہ کی تصدیق کی جاسکتی۔

شام کے چھ کا عمل تھا! وکٹوریا اسٹریٹ پر ٹریفک کا چونکہ خاص ہجوم تھا اس

لئے جنگ بہادر کو اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ خان ڈیوڈ کے تعاقب پر شبہ ہو سکتا ہے ۔ ویسے جنگ بہادر کا ذہن اس وقت خان ڈیوڈ کی شخصیت پر غور کرنے میں مصروف تھا۔

گذشتہ رات کراؤن بار سے وہ سیدھا چیچ گیٹ کی طرف گیا تھا۔ پھر جنگ بہادر نے اسے جس مکان میں داخل ہوتے دیکھا وہ بھی خان ہی کی ملکیت ثابت ہوئی تھی یعنی گیٹ پر "خان ڈیوڈ ٹرک والا" کی تختی آویزاں تھی۔

ساری رات خان ڈیوڈ اسی مختصر سی عمارت میں رہا۔ جنگ بہادر نے صبح کے وقت اپنے مضمحل ذہن کو تقویت دینے کی خاطر سامنے والے ہوٹل میں جا کر کافی کے دو گرم گرم پیالے اور دو چار مٹن سینڈوچیز حلق کے نیچے اتار لی تھیں ۔

" اس کا خیال تھا کہ خان ڈیوڈ نو دس بجے تک ضرور اپنی قیام گاہ سے باہر نکل آئے گا ۔ لیکن ایسا نہیں ہوا جنگ بہادر کو اس کے انتظار میں شام کے ساڑھے پانچ بجے تک فٹ پاتھ پر چہل قدمی کرنی پڑی تھی ۔

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے وہ عمارت سے برآمد ہوا تھا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ جنگ بہادر کو دوسری ٹیکسی ملنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

تعاقب کا سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ آگے جانے والی ٹیکسی کراؤن بار کے مین گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی ۔ دوسرے ہی لمحے خان ڈیوڈ اس میں سے برآمد ہوا تھا۔ جیب میں سے ایک نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کے حوالے کیا ۔ اور خود لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا بار کے اندر چلا گیا۔

اندرونی ہال میں دھنی قسم کے شرابی اس وقت بھی موجود تھے لیکن جنگ بہادر کی نظریں خان ڈیوڈ کو تلاش کر رہی تھیں۔ ہال میں اس کا کوئی نشان

نشان نہیں تھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کی نظریں رہائشی کمروں کی بالکونی کی جانب اٹھیں خان ڈیوڈ کو اس نے اوپری راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر بائیں جانب مڑتے دیکھ لیا تھا جنگ بہادر کے قدم بھی اوپر جانے والے زینوں کی طرف بڑھنے لگے ۔

راہداری عبور کر کے وہ بھی بائیں جانب گھوم گیا جہاں دو طرفہ رہائشی کمرے بنے ہوئے تھے جنگ بہادر کا ذہن ایک لمحے کے لئے الجھ گیا۔ خان ڈیوڈ کس کمرے میں گیا ہوگا۔ اس کا اندازہ لگانا اس کے لئے مشکل تھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کی یہ مشکل بھی آسان ہو گئی ۔ راہداری کے آخری کمرے کے باہر "میڈم شہناز" کی تختی نظر آ گئی ۔ !

اگر حمید کا شبہ درست تھا تو خان ڈیوڈ کو اس وقت شہناز کے کمرے میں ہونا لازمی تھا۔ اس خیال کے آتے ہی جنگ بہادر دبے قدموں بڑھتا ہوا مذکورہ کمرے کے قریب آ گیا راہداری چونکہ قطعی سنسان تھی اس لئے اس کے دیکھے جانے کا بالکل خطرہ نہ تھا ۔

اندر سے کسی مرد کے بات کرنے کی آواز آ رہی تھی لہجہ کچھ ایسا ہی تھا۔ جیسے بولنے والا اپنے مخاطب پر جھلا رہا ہو ۔

جنگ بہادر نے فرش پر جھک کر آنکھیں "کی" ہول سے لگا دیں۔ اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ بولنے والا خان ڈیوڈ ہی ثابت ہوا تھا۔ سامنے صوفے پر بیٹھی ہوئی عورت شہناز کے سوا کوئی دوسری نہیں تھی۔ لیکن جس انداز سے وہ خان ڈیوڈ کو دیکھ رہی تھی اس سے جنگ بہادر نے بھی اندازہ لگایا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے اس پر جھپٹ سکتی ہے ۔ "

خان ڈیوڈ اس کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔

"میڈم ! — میں تمہارے طریقۂ کار سے متفق نہیں ہوں ۔ اتفاق ہی سمجھو کہ ہم اسے راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہو گئے۔ ورنہ اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ جاتا تو ہماری ساری اسکیم چوپٹ ہو جاتی ۔

"خان ڈیوڈ" شہناز نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا میں پوچھ

سکتی ہوں کہ تم اس وقت مجھے اطلاع دیے بغیر کس لیے آئے ہو۔"

"کیوں۔ کیا اب خان ڈیوڈ کے لیے بھی یہ پابندی ضروری ہے۔"

"ہاں۔" یہ باس کا حکم ہے۔"

"ہوگا۔" خان ڈیوڈ نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن میں اس قسم کی بے ہودہ پابندیوں میں بندھ کر رہنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب۔" شہناز کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں۔

"یہی کہ خان ڈیوڈ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر نہیں رکھا جا سکتا۔"

"اوہ۔ خوب! گویا تم اب خودسر اور باغی ہوتے جا رہے ہو۔"

"تم شاید بھول رہی ہو میڈم کہ میرے جسم میں دو متضاد نسلوں کا خون گردش کر رہا ہے۔ اس قسم کی دھمکیاں میرے اوپر اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔"

"آنے کا مقصد کیا ہے۔" شہناز نے بدستور غصیلی آواز میں پوچھا۔

"اگر تمہارا یہ خیال ہے میڈم کہ میں تمہارے حسن پر مرتا ہوں تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے عورت میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

"بحث مت کرو۔" اس بار شہناز تلملا کر کھڑی ہوگئی۔ "میں باس سے تمہاری رپورٹ کروں گی۔"

"تمہیں مایوسی ہوگی۔" خان ڈیوڈ زہرخند سے بولا۔ "باس میرے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جانتی ہو کیوں۔؟ اس لیے کہ میں اس وقت اسی کا بھیجا ہوا یہاں آیا ہوں۔"

"لیکن ابھی تک تم نے اپنی آمد کا مقصد نہیں بتایا۔" اچانک شہناز کا لہجہ نرم ہوگیا۔

جنگ بہادر کا دل دھڑک رہا تھا۔ کسی اہم راز کے انکشاف کی توقع میں، وہ بڑی بے چینی سے کان لگائے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو ذہن نشین کر رہا تھا۔

"مقصد صرف یہ ہے کہ اب تمہیں میرا غلام بن کر رہنا ہوگا۔"

"خان ڈیوڈ۔" شہناز چلائی۔ "میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" خان ڈیوڈ لاپرواہی سے بولا۔ "باس مردہ جسم میں دوبارہ جان ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔"

"گیٹ آؤٹ۔"

"گڈ۔ غصے میں تم زیادہ حسین نظر آ رہی ہو۔ ویسے یہ دوسری بات ہے کہ تمہارا یہ حسن بھی میرے لیے تمہارے ناپاک جسم کی طرح قطعی ناپاک اور مہمل ہے۔"

"میں تمہیں کتوں جیسی موت ماروں گی۔ دوغلے جنگلی۔" شہناز نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنے بلاؤز میں ہاتھ ڈال کر ننھا سا الیٹریز آٹومیٹک پستول نکال لیا۔ "ایک منٹ کے اندر اپنی منحوس صورت لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہارا جسم چھلنی کر ڈالوں گی۔"

"اس کھلونے کو نیچے گرا دو میڈم۔" خان ڈیوڈ اچانک سنجیدہ ہوگیا۔ "میں تمہارے لیے باس کی طرف سے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔"

"اب مکاری نہیں چلے گی۔ خان ڈیوڈ۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔"

ٹھیک اسی وقت بیرونی دروازہ کھل گیا۔ اور جنگ بہادر کسی بھینسے کی طرح اچھل کر فرش پر عین شہناز کے قدموں کے پاس اوندھے منہ گرا تھا۔

دروازے پر نظر آنے والے بار کے ایک پرانے ملازم نے جھپٹ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

"یہ کون ہے۔" شہناز نے چونکتے ہوئے آنے والے ملازم سے پوچھا۔ جواب ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں میڈم۔ خان ڈیوڈ بولا۔ اگر میں اس مراعز سال کے پیچھے

کے لئے یہ ڈرامہ اسٹیج نہ کرنا تو شاید باہر راہداری میں یہ اتنی دیر کبھی نہ رکتا ۔ بچارا موٹا موٹی عقل کا مالک ہے ۔

" سراغرساں ۔ "

" یس میڈم ۔ یہ ایشیا کے عظیم سراغرساں فریدی کا ساتھی ہے جو ڈاگر کی موت کے بعد سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے ۔

" اوہ ! " شہناز کے ہونٹ دائرے کے انداز میں سکڑے پھر اس نے پوچھا " تم اسے یہاں تک کس لئے لائے تھے ۔ "

" باس کا حکم تھا ۔ " خان ڈیوڈ جواب سنجیدہ ہو گیا تھا ۔ ادب سے کہا ۔ آپ کے لئے باس نے یہی احکامات بھیجے ہیں کہ اسے رات بھر یہاں مہمان رکھ کر صبح صدر کے بڑے چوراستے کے قریب چھوڑ دیا جائے ۔

" کیا مطلب ۔ ؟

" نسخہ نمبر اٹھارہ کا پرچہ ترکیب استعمال آپکو بخوبی آتا ہے میڈم ۔ خان ڈیوڈ زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا ۔ " باس چاہتا ہے کہ فریدی کو اب کھل کر مقابلے کا چیلنج دیا جائے ۔ "

جنگ بہادر بدستور فرش پر پڑا سب کچھ سن رہا تھا ۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ اسے خود بھی حیرت تھی ۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ وہ خان ڈیوڈ اور شہناز کے درمیان ہونے والی جھڑپ میں اس قدر محو ہو کر رہ گیا تھا کہ اسے راہداری میں کسی کے آنے کی خبر بھی نہ ہو سکی پھر اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتا ۔ بھرپور لات نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سوئیاں سی چبھو دیں اور نتیجے کے طور پر وہ اس وقت شہناز کے قدموں میں پڑا تھا

" راجو ۔ " اس بار شہناز نے دروازے پر کھڑے ہوئے تنومند ملازم کو مخاطب کیا اسے اٹھا کر اندر والے کمرے میں لے چلو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں سرنج تیار کرتی ہوں ۔ "

جنگ بہادر کے لئے اب مقابلے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ۔ اپنی ساری قوت یکجا کر کے

اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی کھوپڑی جھنا اٹھی ۔ راجو کی دوسری ٹھوکر نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ایک ہی جھٹکے میں سلب کر لی تھیں ۔

نتیجے کے طور پر وہ دوبارہ تیورا کر فرش پر گر پڑا ۔

[redacted]

" آپ کا شبہ کس پر ہے ۔ " روبینہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

" فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ فریدی نے جواب میں کہا " ویسے یہ بات تمہیں معلوم بھی ہے کہ حمید کی ہدایت پر جنگ بہادر کو خان ڈیوڈ کی نگرانی پر معمور کیا گیا تھا ۔

" تو کیا خان ڈیوڈ ہی ۔ "

" ہو سکتا ہے ۔ " فریدی بولا ۔ " لیکن میں ایک اور ۔ ۔ پر غور کر رہا ہوں "

"وہ کیا۔؟"

"کراؤن بار۔" فریدی نے سگار سلگا کر دھواں فضا میں بکھیرتے ہوئے کہا۔ اڈگر کی موت کہیں اور بھی واقع ہو سکتی ہے۔ کراؤن بار کیوں منتخب کیا گیا۔

"اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے۔" روبینہ تیزی سے بولی۔ اب آپ کہیں گے کہ مجھے کراؤن بار پہ ہی بلکہ خاص طور پر اڈگر کی نگرانی کرنے کا حکم کیوں ملا تھا۔"

"مجھے تم سے اسی سوال کی توقع تھی۔ فریدی مسکرایا۔ دراصل اڈگر سے متعلق مجھے فون پر کسی نووارد کی طرف سے اطلاع ملی تھی۔

"کیا مطلب۔؟"

"فون پر یہی بتایا گیا تھا کہ اڈگر کو کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے۔"

"اور کراؤن بار کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔"

"ہاں۔"

"پھر تو ظاہر ہے کہ ہم خان ڈیوڈ پر ہی شبہ کر سکتے ہیں کیپٹن حمید نے مجھے کسی مقصد ہی کی بنا پر ہٹایا ہو گا۔"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔ حمید بھی خان ڈیوڈ پر شبہ کر رہا ہے۔"

"اڈگر کون تھا۔" روبینہ نے سوال کیا۔

"پروفیسر سنگری کا ایک قریبی رشتہ دار۔"

پروفیسر سنگری۔" روبینہ چونک پڑی۔ "کچھ عرصہ پہلے وہ بھی پراسرار طور پر غائب ہو گیا تھا۔"

"ہاں۔" فریدی نے مختصراً کہا۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔

"روبینہ۔ ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میڈم شہناز پر کڑی نگرانی رکھو۔"

"وہ کس لئے۔؟"

"محض قیاس سمجھو۔ کراؤن بار میں ابھی اسے زیادہ مدت نہیں ہوئی ہے۔ اور اسی مختصر سے عرصے میں تین حادثے پیش آ چکے ہیں۔ پہلا نمبر پروفیسر سنگری کا تھا۔ اس کے بعد اڈگر اور پھر جنگ بہادر کی گمشدگی۔ کیا یہ تمام اتفاقات شہناز کی شخصیت کو مشکوک کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے اس میں سنگھ کی شرارت ہو۔" روبینہ نے کہا۔ "وہ بھی کچھ اچھے کریکٹر کا آدمی نہیں ہے۔"

لیکن اس کے باوجود میں شہناز پر شبہ کرنے میں حق بجانب ہوں۔ کراؤن بار میں آج کل اسی کے دم سے رونق نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ پروفیسر سنگری بھی غائب ہونے سے قبل آخری بار اسی کراؤن بار میں دیکھا گیا تھا۔

"جب شہناز نے اپنے رقص کا دوسری بار مظاہرہ کیا تھا۔"

"پھر تمہیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ خان ڈیوڈ بھی شہناز سے ملا ہوا ہے۔"

"ناممکنات میں سے نہیں ہے۔"

"جنگ بہادر کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"سو فیصدی اسی گروہ کی حرکت ہو گی جس نے اڈگر کو قتل کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں آج ہی شہناز کی نگرانی کا کام شروع کئے دیتی ہوں۔ لیکن ایک شرط پر۔"

فریدی اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آپ کو میرے بارے میں حمید کو کوئی انفارمیشن نہیں دینا ہوگا۔"

"حمید کے سلسلے میں تمہارا خیال غلط ہے۔ فریدی نے شرارت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔" وہ میری وجہ سے تمہارا بہت ریگارڈ (Regard) کرتا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس سے قبل کہ فریدی کوئی جواب دیتا ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ہیلو۔" روبینہ اسپیکنگ۔" روبینہ نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا پھر رسیور فریدی

کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا آپ کی کال ہے۔"

فریدی دس ابڑ۔" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں شامی بول رہا ہوں باس۔" دوسری طرف سے شامی کی آواز ابھری۔

"کوئی اہم بات۔؟"

"یس باس..... مجھے آپ کی رہائش گاہ سے معلوم ہوا تھا کہ اس وقت آپ میڈم روبینہ۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ فریدی غرایا۔" فون کرنے کا مقصد کیا تھا؟"

"معاملہ بہت اہم ہے باس۔ مجھے آج رات صدر کے علاقے میں ہونے والے حادثے کی اطلاع ملی ہے۔"

"حادثے کی نوعیت بیان کرو۔"

"یہ مجھے بھی نہیں معلوم باس۔ فون پر صرف اتنا ہی بتلایا گیا تھا کہ مذکورہ علاقے میں آج خون کی ہولی کھیلی جائے گی۔ میری معرفت آپ کو چیلنج بھی کیا گیا ہے۔"

"کسی خاص مقام کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ راڈرک میڈیکل اسٹور کے سامنے۔"

"فون کس نمبر سے کیا گیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"میں نے کوشش کی تھی جناب۔ لیکن اس مقصد کے لئے غالباً کوئی پبلک فون بوتھ استعمال کیا گیا تھا۔

"وقت کا کوئی تعین۔"

"ہاں۔ ٹھیک دس بجے۔"

"ہوسکتا ہے کہ یہ اطلاع میرے لئے اہم ہو۔ فریدی بولا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔!

"کوئی خاص بات۔؟" روبینہ نے پوچھا۔ اس نے فریدی کی بدلی ہوئی رنگت سے اس معاملے کی سنجیدگی کا اندازہ نکالنے میں غلطی نہیں کی تھی۔

"روبی۔! اب ہمیں اپنی کارکردگی میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اس بار مجرم باقاعدہ چیلنج کر رہے ہو۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

شامی نے اس وقت ایک نئے پیش آنے والے حادثے کی اطلاع دی ہے۔ فریدی نے جیب سے دوسرا سگار نکالتے ہوئے کہا پھر تفصیل دہرانے لگا۔

دس منٹ بعد جب وہ روبینہ کے فلیٹ سے باہر آیا۔ تو اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں طور پر موجود تھے۔

[redacted]

راڈرک میڈیکل اسٹورس صدر دروازے کے بڑے چورستے کے عین سامنے واقع تھا۔

فریدی ٹھیک نو بجے وہاں پہنچ گیا۔ لیکن اسوقت وہ میک اپ میں تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی سادہ لباس میں قرب وجوار کے علاقے میں چھائے ہوئے تھے۔

صدر کا علاقہ نو بجے کے باوجود اپنے پورے شباب پر تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ چہل قدمی کس سلسلے میں ہو رہی ہے۔ حمید نے جو اس وقت فریدی کے ساتھ تھا پوچھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اسے اس وقت کا میک اپ بہت گراں گزر رہا تھا۔

"خطرے کا احساس حمید صاحب۔ فریدی نے کہا۔ اگر موصول ہونے والی اطلاع غلط نہیں ہے تو ٹھیک دس بجے یہاں خون کی ہولی کھیلنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔"

"اوہ۔! تو گویا آپ اسی تہوار میں شرکت کی بنا پر مدعو ہیں۔

جنگ بہادر کا کوئی پتہ چلا۔" فریدی نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

اس کی نظریں تمام اطراف کا برابر جائزہ لے رہی تھیں۔

"مجھے خود بھی اس کی گمشدگی پر حیرت ہے۔ حمید سنجیدہ ہو گیا۔ ہو سکتا ہے اس میں خان ڈیوڈ کی شرارت ہو۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے نبٹ لوں۔"

"نہیں۔" میں تمہیں موجودہ کیس میں کسی غلط اقدام کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"موجودہ کیس سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

حمید نے سوالیہ نظروں سے فریدی کو دیکھا۔

"یہی کہ ہمارا سابقہ اس بار بےحد خطرناک مجرموں سے ہے۔"

"کیا مطلب۔؟ کیا آپ مجرموں کا سراغ لگا چکے ہیں۔"

"نہیں۔ مگر میری چھٹی حس یہی قیاس آرائی کر رہی ہے۔"

"ایک سوال کر سکتا ہوں۔"

بولو۔"

"میڈم روبینہ کو ڈاکٹر کی نگرانی پر کس لئے معمور کیا گیا تھا۔"

"محض اس لئے کہ ڈاکٹر پروفیسر منگری کے رشتہ داروں میں سے تھا۔

"اوہ! اب سمجھا۔ حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ گویا ہماری ڈیوٹی گراون بار میں محض اس لئے لگائی گئی تھی۔ کہ ہم مس روبینہ کی حفاظت کریں مبادا کہ اسے ڈاکٹر کی شان وشوکت راس آجاتی اور ـــ"

"حمید! ـــ میں اسوقت بےحد سنجیدہ ہوں"۔ فریدی کا لہجہ چونکہ سخت تھا اس حمید کو بھی سنجیدگی اختیار کرنی پڑی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں خان ڈیوڈ پر زیادہ توجہ دینی ہوگی۔"

"اس کا فیصلہ میں آج کے حادثے کے بعد ہی کر سکتا ہوں۔"

"کوئی خاص اطلاع۔؟"

"مجھے جو کچھ معلوم تھا انہیں بتا چکا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

پھر اس نے سرسری طور پر شامی کے ذریعہ موصول ہونے والی اطلاع بھی حمید کے سامنے دہرا دی۔

"لیکن اس بے جا کشت و خون سے مجرموں کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

"کوئی مجرم ہاتھ آ جانے دو۔ پھر اس سے پوچھ کر بتاؤں گا۔" فریدی نے ناگوار انداز میں جواب دیا۔ پھر ٹہلتا ہوا راڈرک میڈیکل اسٹورس کے سامنے آ گیا۔

اندر کاؤنٹر پر کھڑی ایک خوبصورت سیلز گرل گاہکوں کو اٹینڈ کر رہی تھی۔ فریدی نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ پھر کسی فوری خیال کے تحت وہ قدم بڑھاتا ہوا لڑکی کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ یہ دکان کس وقت بند ہوتی ہے"

"فرمایئے۔! کوئی خدمت ہمارے لائق۔" لڑکی نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے ایک دوا کی شدید ضرورت ہے۔" فریدی کو سوجھ گئی۔ "ملازم نسخہ لینے گیا ہوا ہے۔ میرا اندازہ ہے وہ دس بجے تک واپس ہوگا۔"

"مجھے افسوس ہے جناب پونے دس بجے سیل بند کر دی جاتی ہے۔"

"اور دکان۔"

"ٹھیک دس بجے اسے تالہ لگا دیا جاتا ہے۔"

"خیر۔! میں ملازم کو دیکھتا ہوں۔ شاید وہ وقت سے پہلے ہی آ جائے۔"

"آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔"

"جج... جی... !۔ہاں۔" فریدی نے دوبارہ دستی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "پونے دس میں صرف ۳ منٹ باقی ہیں۔"

"ایک طریقہ ممکن ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"آپ اگر فون کر کے ڈاکٹر سے دوا کا نام دریافت کر لیں تو۔"

"گڈ۔! لیکن ڈاکٹر۔ !اف میرے خدا۔ وہ تو ٹھیک نو بجے ہی مطلب بند کر دینے کا عادی ہے۔"

"پھر مجبوری ہے جناب۔"

"کیا آپ کے مالک سے بات کر سکتا ہوں۔"

"دکان کا مالک کہیئے مسٹر۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔ "مجھے افسوس ہے کہ اس وقت وہ بھی نہیں ہے۔ صرف منیجر اور کیشیر ہیں۔"

"ہم!۔ مجھے کوئی دوسری دکان دیکھنی ہوگی۔" فریدی نے مایوسانہ انداز میں کہا پھر وہ تیزی سے گھوما تھا لیکن ٹھیک اسی وقت سیلز گرل کی چیخ نے اسے اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے گھوم کر دیکھا خوبصورت سیلز گرل کاؤنٹر کی دوسری طرف فرش پر چت پڑی تھی عین دل کے مقام سے خون بہتا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی کی نگاہ سامنے لگے شیشے کی جانب اٹھ گئی دوسرے ہی لمحے وہ بڑی پھرتی سے ایک طرف کو ہو گیا تھا۔ میڈیکل اسٹورس کے سامنے کھڑی سیڈان سے اس نے ایک آدمی کو اپنے اوپر ریوالور کی نشست لیتے صاف طور پر دیکھ لیا تھا۔

یکے بعد دیگرے دو بار اندر سجی ہوئی الماریوں کے شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ فائرنگ شاید سائیلنسر لگے ریوالور سے کیا جا رہا تھا۔ دوسری شکل میں ظاہر تھا کہ فریدی کے سادہ لباس والے اب تک مجرم کے جسم کے چیتھڑے اڑا دیتے۔

فریدی نے تیزی سے جیب میں پڑا ہوا سروس آٹو میٹک نکالا اور لپکتا ہوا دروازے کے قریب آ گیا لیکن ٹھیک اسی وقت سڑک کی دوسری جانب سے فائرنگ کی آواز سنائی

دی۔ اور اس کے ساتھ ہی سیڈان کے ٹائر پھٹنے کی آواز بھی آئی۔

"خبردار!" - فریدی نے اندر ہی سے اپنے مخصوص انداز میں ہانک لگائی۔ "گولی مارنے کی حماقت مت کرو۔ اسے زندہ گرفتار کرو۔"

"تمہارے فرشتے بھی مجھے گرفتار نہیں کر سکتے مسٹر فریدی۔" باہر سے کسی نے حقارت بھرے انداز میں کہا۔ "میں روح کے خالق کا نمائندہ ہوں۔"

فریدی نے دروازے کی آڑ سے باہر جھانکا۔ کوئی سیڈان کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ پورے طور پر سامنے آیا۔ فریدی حیرت سے اچھل پڑا۔ پروفیسر ہنگری ہاتھ میں ریوالور تھامے فٹ پاتھ پر سینہ تانے کھڑا چلا رہا تھا۔

"باہر نکلو ایشیا کے حقیر ترین سراغرساں۔ میں تمہیں خارش زدہ کتوں کی طرح لتھاڑ لتھاڑ کر ماروں گا۔"

فائرنگ ہوتے ہی سڑک پر بھگدڑ مچ چکی تھی۔ بیشتر دکاندار اس اچانک حادثے سے متاثر ہو کر کھلی دکانیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ فریدی کی نظر دوسری فٹ پاتھ پر اٹھ گئی۔

حمید سڑک پر کسی آدم خور مگرمچھ کی طرح چپکا ہوا سیڈان کی جانب رینگ رہا تھا۔

"پروفیسر ہنگری" فریدی نے کرخت آواز میں کہا۔ "اگر سلامتی چاہتے ہو تو ریوالور زمین پر گرا دو! تم اس وقت میری زد پر ہو۔ میری انگلی کا ہلکا سا دباؤ تمہیں جہنم رسید کر سکتا ہے۔"

"جہنم رسید۔" پروفیسر نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ پھر بالکل مشینی انداز میں گھوم کر اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ بھاگتے ہوئے بے گناہ افراد کو فریدی نے دھاڑیں مارتے زمین پر گرتے دیکھا تھا۔ عین اسی وقت حمید غالباً جھلاہٹ میں اٹھا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ پروفیسر کی نظر اس پر پڑتی۔ فریدی کے ریوالور سے ایک شعلہ لپکا اور پروفیسر کا جسم کٹے ہوئے درخت کی طرح فٹ پاتھ پر الٹ پڑا۔

صدر جیسے علاقے میں لاشوں کا گر جانا قیامت سے کم نہیں تھا۔ لوگ

سہمے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ لیکن فریدی ان پر توجہ دینے کے بجائے لپکتا ہوا باہر آگیا۔ پروفیسر کی لاش فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی فریدی نے اس کے قریب پہنچ کر نبض دیکھی اور پھر کچھ ایسے ہی انداز میں چونکا تھا جیسے کوئی ان ہونی بات پیش آگئی ہو۔

"کیا یہ ختم ہو گیا" حمید نے پوچھا۔

"حمید۔ پولیس سرجن کو فوراً یہاں پہنچنے کی ہدایت کرو۔"

حمید نے فریدی کے چہرے پر پھیلنے والی وحشت کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا پھر تیزی سے ایک قریبی دکان میں گھس گیا۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہاں سرجن پہنچ گیا تھا۔ ضروری کارروائی کے بعد پروفیسر کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے اٹھوا دی گئی۔ فریدی کیا تھا حمید کو بھی پولیس ہسپتال تک جانا پڑا۔

رات کے تقریباً ۱۲ بجے پوسٹ مارٹم سے فارغ ہو کر پولیس سرجن نے فریدی کو ایک حیرت انگیز خبر سنائی۔ اور وہ یہ کہ پروفیسر کے جسم کو سرد ہوئے تقریباً ۴ روز کی مدت گزر چکی ہے۔"

[redacted]

ڈاکٹر رحمان اسوقت اپنی اسٹڈی میں بیٹھا کسی پرانی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ جب فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ناگوار انداز میں رسیور اٹھالیا۔

"ہیلو ۔ ڈاکٹر رحمان اسپیکنگ ۔"

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں ڈاکٹر۔" دوسری طرف سے فریدی کی آواز ابھری۔ "لیکن میں ایک اہم سلسلہ میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ ۔" ڈاکٹر نے خشک انداز میں ماؤتھ پیس میں کہا۔ مطالعے کیوقت میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتا ۔ کیا کوئی بہت اہم معاملہ ہے ۔"

"جی ہاں ۔" ہوسکتا ہے اس کی تفصیل آپ اخبارات میں دیکھ چکے ہوں ۔"

"اخبارات ۔ ! میں اسے وقت کی بربادی سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے تم لوگوں کے لئے اس کی بہت زیادہ اہمیت ہو لیکن میرے پیشے سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔"

"ایسی صورت میں مجھے مکمل تفصیل دوہرانی ہوگی ۔" فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا ۔ پھر مختصراً اس نے رات صدر کے علاقے میں پروفیسر ہنگری کو پیش آنے

والے حادثے کی تفصیل دہرادی ۔

"کیا تم نے پولیس سرجن کی رپورٹ کو غور سے پڑھا تھا ۔ !

"یس ڈاکٹر ۔ ! پوسٹ مارٹم کے وقت میں موجود تھا ۔ سرجن کا دعویٰ ہے کہ پروفیسر ہنگری کی لاش چار روز پرانی ہوچکی ہے ۔"

"اور تم نے خود اسے اپنی آنکھوں سے اسے جیتے جاگتے انسانوں کی طرح عوام پر گولی برساتے دیکھا تھا ۔ کیوں ۔؟"

"جی ہاں ۔"

"ایک نصیحت کروں ۔" ڈاکٹر نے بڑی خوبصورتی سے اپنی آواز میں جھلاہٹ کا عنصر پیدا کرتے ہوئے کہا ۔

"فرمایئے ۔"

"بزرگوں سے اس قسم کا مذاق کرنا بے ادبی کی نشانی ہے ۔"

"اوہ ڈاکٹر ۔" فریدی تلملا گیا ۔ یہ مذاق نہیں بلکہ حقیقت ہے ۔ آپ اگر چاہیں تو پولیس سرجن سے میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں ۔"

"ناممکن ۔ ! چار روز پرانی لاش میں کیڑے بجبجانے لگتے ہیں ۔ سرجن کی تحقیق مہمل ہے ۔"

"آپ شاید اس وقت مصر کی ممی خانوں کو فراموش کر رہے ہیں ڈاکٹر رحمان ۔"

"میری معلومات کو چیلنج مت کرو مسٹر فریدی ۔" ڈاکٹر نے اپنی آواز میں بناوٹی چڑچڑاپن پیدا کرنے وقت تیزی سے کہا ۔ ویسے تم ان ممی کے خانوں کی کسی ایک ایسی لاش کا حوالہ دے سکتے ہو جسے زندہ انسانوں کی طرح فائرنگ کرتے دیکھا گیا ہو ۔"

"یہی تو میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر ۔"

"کیا مطلب ۔ ؟"

"مرنے سے قبل پروفیسر نے خود کو روح کے خالق کا نمائندہ بتایا تھا۔
"پھر! میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"
"اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو شاید آپ بھی پروفیسر کے ملنے والوں میں سے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو بھی شاید یہ بھی معلوم ہوگا کہ پروفیسر کافی عرصے سے علم الارواح کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ کر رہا تھا۔

ڈاکٹر چونک اٹھا! مگر دوسرے ہی لمحے وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔
"یہ معلومات میرے لئے بالکل نئی ہیں کرنل۔"
"تو کیا آپ اس سلسلے میں قانون کی کوئی رہنمائی نہیں کر سکیں گے۔"
"آئی ایم ویری سواری۔ مجھے ان معاملات میں کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔" ڈاکٹر نے بے رخی سے جواب دیا۔ پھر ریسیور رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

اب ڈاکٹر رحمان کے چہرے پر آرام و سکون کی جگہ بے چینی اور الجھن کے تاثرات صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ کسی زخمی شیر کی طرح اپنی سٹڈی میں ٹہلتا رہا۔ پھر کسی خیال کے تحت اس نے میز پر رکھی ہوئی بوسیدہ کتاب کو اٹھا کر الماری میں رکھی ہوئی دوسری کتابوں کی دوسری جانب سنبھال کر رکھا۔ اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا اپنی خوابگاہ کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر۔ خوابگاہ میں پہلا قدم رکھتے ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ سامنے والی آرام کرسی پر بیٹھا ہوا نو وارد اس کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔

وہ چست لباس میں ملبوس۔ سیاہ رنگ کی نقاب میں چھپا ہوا چہرہ اور نقاب کے خول سے جھانکتی ہوئی سرخ سرخ آنکھیں۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ دہکتے ہوئے انگارے ہوں۔"

"تت ....تم .... کک .... کون ہو .... ڈاکٹر نے اپنی لوکھلاہٹ کو

چھپاتے ہوئے کہا۔

نو وارد بدستور آرام سے اپنی جگہ بیٹھا ڈاکٹر کو گھورتا رہا۔
"میرے سوال کا جواب دو۔" ڈاکٹر اب کسی شکاری کتے کی طرح تن گیا تھا۔
"تم ابھی فون پر کس سے بات کر رہے تھے۔" نقاب پوش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"تم کون ہوتے ہو اس قسم کے سوالات کرنے والے۔ تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"
"کیا تم نے اپنے باس کو ابھی تک نہیں پہچانا۔ میں روحوں کا خالق۔"
ہا۔ ہا۔ ہا۔ تم روحوں کے خالق، تو پھر اپنی روحوں کے پاس جانے کو تیار ہو جاؤ
اتنا کہتے ہی ڈاکٹر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔

ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"
نقاب پوش اب بھی نہایت سکون سے بیٹھا ڈاکٹر کو گھور رہا تھا۔
"میں کہتا ہوں ہاتھ اوپر اٹھا لو۔" ڈاکٹر حلق کے بل دہاڑا۔
مگر دوسرے لمحے نقاب پوش نے بیٹھے بیٹھے اپنی ٹانگ چلا دی۔ ڈاکٹر کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر آ رہا۔ پھر دوسرے لمحے نقاب پوش ڈاکٹر کو دبوچ چکا تھا۔
مگر ڈاکٹر بھی کسی خونخوار بھیڑیئے کی طرح پلٹ کر نقاب پوش کی گرفت سے آزاد ہو گیا تھا۔ وہ نقاب پوش کی توقع سے کچھ زیادہ ہی طاقتور اور پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔ ڈاکٹر نقاب پوش کی گرفت سے نکلتے ہی ریوالور کی طرف جھپٹا۔ مگر نقاب پوش نے پھر اس کی ٹانگ پکڑ کر گرا لیا تھا۔
"پھر دونوں آپس میں دست گریباں ہو گئے تھے۔ اس وقت ڈاکٹر نقاب پوش کے سینے پر بیٹھا گھونسے برسا رہا تھا۔ پھر اس نے نقاب پوش کی نقاب پکڑ کر گھسیٹ لی تھی۔
نقاب الگ ہوتے ہی ڈاکٹر پر حیرت کا دورہ پڑ گیا تھا۔ وہ نقاب پوش کو چھوڑ

کر الگ ہٹ گیا۔

نقاب پوش جو نقاب سے آزاد ہو کر فریدی نظر آیا تھا۔ سیدھا کھڑا ڈاکٹر کو گھور رہا تھا۔

"گگ.... کرنل.... تم..... میں معافی چاہتا ہوں کرنل۔"

یقین مانو کرنل یہ حرکت مجھ سے لاعلمی میں ہوئی جس کی ذمہ داری تم پر بھی عائد ہوتی ہے۔ ڈاکٹر نے اپنے پھولے سانس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

فریدی اب بھی سیدھا کھڑا اسے چبھتی ہوئی نظروں سے گھور رہا تھا۔ ڈاکٹر اب کچھ بوکھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے سائڈ میں لگے قد آدم آئینہ کی طرف دیکھا۔ اور پھر فوراً فریدی سے مخاطب ہو گیا۔ اب اس کے چہرے پر کچھ اطمینان تھا۔

"بیٹھو کرنل۔ بخدا مجھے حیرت ہے کہ تم نے نقاب کی آڑ میں مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں کی۔ اور ہاں کچھ دیر پہلے تم نے مجھ سے ٹیلیفون پر بھی تو بات کی تھی۔"

"ٹیلیفون پر بات کرنے کا ذریعہ تمہارے سامنے موجود ہے ڈاکٹر۔" فریدی نے ایک اسٹول پر رکھے ٹیلیفون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! مگر ایسا کیوں۔ کیا تم مجھ پر شک کرتے ہو۔"

"ڈاکٹر۔" فریدی چبھتی ہوئی آواز میں بولا۔ میرا شک کبھی غلط نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ تم پروفیسر کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔"

"میں کچھ نہیں جانتا فریدی۔ میں گوشہ نشین آدمی۔" پھر وہ کچھ دیر رک کر بولا۔

"فریدی مجھے تمہاری سوجھ بوجھ پر فخر ہے۔ مگر اس معاملے میں تم نے بو پڑا (؟) کر کے نادانی کا ثبوت دیا ہے۔"

"اچھا ڈاکٹر اگر تم کچھ بتانا نہیں چاہتے تو نہ سہی۔ مگر یقین رکھو۔ روز"

کچھ بتانے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

دوسرے لمحے فریدی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر ایک لمحے ساکت کھڑا دروازے کو گھورتا رہا۔ پھر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے جلدی جلدی کہیں کے نمبر ڈائل کئے اور ایک لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر دوسری طرف سے ریسیور اٹھاتے ہی بولا۔ "روحوں کا خالق۔

"اس وقت کہاں ہو۔" وہ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے فوراً چلی آؤ۔" ڈاکٹر نے دوبارہ کہا اور پھر ریسیور رکھ کر وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری سے بوتل اور ایک گلاس نکالا اور واپس آ کر میز پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے سگریٹ نکال کر جلایا۔ اور پھر بوتل کی کارک دانتوں سے کھول دی۔ پھر سیاہی مائل گلابی گلابی سیال گلاس میں انڈیل گلاس ہونٹوں سے لگایا۔

چند ہی منٹ میں اس نے گلاس خالی کر کے دوسرا گلاس بھر لیا تھا۔ اسی لمحے کمرے کے دروازے پر لگا لال بٹن اسپارک کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے جی کی سائڈ میں لگے ایک بٹن دبایا اور کہیں دور گھنٹی کی آواز گونجی۔

پھر دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور شہناز کمرے میں داخل ہوئی۔

آؤ شہناز میں اس وقت تمہاری سخت ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ شہنا قریب آئی تو ڈاکٹر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی گود میں لٹا لیا۔

"باس۔" شہناز اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے کسمائی۔

"شہناز! میری زندگی تمام دنیا پر حکومت کرنے والی رانی۔ اس وقت میں تمہاری ضرورت بری طرح محسوس کر رہا ہوں۔ اور پھر ڈاکٹر نے جھک کر اپنے

ہونٹ شہناز کے گلابی ہونٹوں سے پیوست کر دیئے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا ہاتھ اس کے گداز جسم پر رینگنے لگا۔

حمید اس وقت آفس میں بیٹھا بری طرح بور ہو رہا تھا۔ یہ اچانک پیش آنے والے حادثے اس کے لیے پریشان کن ثابت ہوئے تھے۔ اس نے اپنی پریشانی مٹانے کے لیے جنگ بہادر کے نمبر ملائے

کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد اسے عاصم صاحب کی گرجدار آواز نے ہیلو! کہہ کر مخاطب کیا۔ حمید نہیں چاہتا تھا کہ وہ ان سے ہمکلام ہو کیوں کہ عاصم صاحب کا خیال تھا کہ حمید نے قاسم کو بگاڑ دیا ہے۔"

لہٰذا وہ جلدی سے بولا۔ "۷۷۳۰۳" جواب میں عاصم صاحب نے رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

حمید پھر بے چین ہو اٹھا۔ کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

"میں جنگ بہادر بول رہا ہوں حمید بھائی۔" دوسری طرف سے جنگ بہادر کی بھاری آواز سنائی دی

"خدا کا شکر ہے بیٹے کہ تم بول رہے ہو۔ ورنہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ شاید اب تمہاری آواز قیامت کے روز ہی سنائی دے گی۔ حمید چہک اٹھا: بڑے عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ کہاں رہے اتنے دنوں۔ قاسم تمہیں ہر وقت یاد کرتا ہے۔"

"لمبی کہانی ہے! پھر کسی وقت سناؤں گا۔"

"کہاں سے بول رہے ہو۔ حمید نے پوچھا۔

"صدر کے علاقے سے۔" دوسری جانب سے جواب ملا۔ آپ یہاں دس منٹ کے اندر اندر یہاں پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"کوئی خاص مقام۔"

"جی ہاں۔ میں کافی ہاؤس کے دروازے پر ملوں گا۔"

"کافی ہاؤس۔" حمید نے جان بوجھ کر شرارت کرتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔ "کیا اڑتالیس گھنٹے تک تمہیں کافی ہاؤس میں رکھا گیا تھا۔"

"وقت کم ہے حمید بھائی۔ جلدی کیجئے۔"

"خان ڈبلو ٹی کا کیا بنا فرزند۔"

"ٹی ڈبلیو پر آپکا شبہ غلط تھا۔ میں اسوقت ایک دوسرے مشکوک آدمی کا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"اوکے ٹھار لنگ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔"

ریسیور رکھ کر حمید تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جنگ بہادر کے دوبارہ ملنے کی خوشی کے باعث وہ فریدی کو اس کی اطلاع دینا بھی بھول گیا

باہر آ کر اس نے اپنی موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور پھر اس کا رخ صدر کے علاقے کی طرف موڑ دیا۔

کافی ہاؤس تک پہنچنے میں اسے بمشکل دس منٹ لگے ہوں گے۔ مگر اسے گاڑی مذکورہ مقام سے پہلے ہی روک دینا پڑی اس لئے کہ عین کافی ہاؤس کے سامنے راہگیروں کا اچھا خاصا ہجوم اکٹھا تھا۔

حمید کو فوری طور پر کسی خطرے کی بو محسوس ہوئی! "ممکن ہے جنگ بہادر کسی خطرناک سچویشن سے دوچار ہو گیا ہو۔" اس نے سوچا پھر وہ اسے باہر نکل کر تقریباً بھاگتا ہوا وہ مجمع کے قریب پہنچا۔ لیکن یہاں پہنچکر جو کچھ اس نے دیکھا۔ وہ عجیب و غریب سماں تھا۔

جنگ بہادر ایک خوبصورت سی ٹیڈی گرل کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا

"میں پہلے بھی تمہیں کئی بار کہہ چکا ہوں۔ لڈن کی ماں کے تم تفریح گاہوں میں جانا چھوڑ دو۔ لیکن لاتوں کے بھوت شاید باتوں سے نہیں بھاگتے۔"

"تم ایک سور کے بچے ہو؟" لڑکی نے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کی ناکام کوشش کی۔ "میں ڈیڈی سے شکایت کر کے تمہاری چمڑی ادھڑوا ڈالونگی: مجھے چھوڑ دو۔"

"ڈیڈی کی بچی۔ اچل گھر کو سیدھی ورنہ ہڈیاں توڑ ڈالوں گا۔" جنگ بہادر اپنی دھن میں کہہ رہا تھا۔ اگر تفریح گاہوں میں مٹر گشتیاں کرنی تھیں تو لڈن کو کیوں پیدا کیا تھا۔ اب کیا تیرا ڈیڈی دودھ پلائے گا۔ مرے لڈن کو۔"

ہجوم کے افراد بڑی دلچسپی سے ان کے درمیان ہونے والی دھینگا مشتی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ابھی تک کسی نے بھی آگے بڑھ کر بیچ بچاؤ کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ممکن ہے اس کی وجہ وہ بزرگوار رہے ہوں جو اس وقت بھی ہجوم میں سب سے

آگے کھڑے ہوئے تبلیغی انداز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرما رہے تھے۔

"لوگو! کیا زمانہ آ گیا ہے۔ میں اس حادثے سے تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں کو اتنی آزادی کبھی مت دینا کہ ایک روز تمہارا بھی یہی حشر ہو۔"

"ارے چھوڑو حرامزادے۔ بدمعاش۔" لڑکی بڑی طرح جھلا گئی۔ "موٹے کتے چھوڑتا ہے یا نہیں۔"

"اچھا جی۔ پھر تجھے چھوڑ دوں تاکہ تو کوٹھے پر جا کر ٹھمک ٹھمک ناچنے گانے لگے۔" جنگ بہادر نے مٹکتے ہوئے کہا۔ پھر نہ جانے کیا سوجھی تھی کہ اس نے لڑکی کو چھوڑ دیا۔ اور خود کولھے پر ہاتھ رکھ کر مٹک مٹک کر گانے لگا۔

"ہائے تیلی کمر ہے! ۔ ترچھی نظر ہے! ۔ نزدو کی قبر ہے! ۔ ہو ہو! ۔ او ڈھونڈو ڈھونڈیں اسے بالما... تلاش کرو اس الّو کے پٹھے کو.... یہیں کہیں گر گیا ہوگا میرے کان کا بالا.... اری ڈھونڈو ری خالہ" جنگ بہادر نہایت بھونڈے انداز میں مٹک مٹک کر گا رہا تھا۔

حمید حیرت سے پلکیں جھپکا جھپکا کر اس کی موجودہ پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت مجمع سے کسی نے ہانک لگائی

"ابے او جنگلی اولاد۔ ! تیری لگائی بھاگ گئی"

"کہاں ہے" جنگ بہادر کو فوری طور پر لڑکی کا خیال آ گیا تھا۔ لیکن اتنی دیر میں وہ مجمع چیرتی ہوئی جا چکی تھی۔ خود حمید کو بھی اس کے جانے کا خیال نہیں رہا تھا ہوتا بھی کیسے۔ جب اس کی تمام تر توجہ جنگ بہادر کی طرف تھی۔

"گئی کوٹھے پر بیٹا۔" ہجوم سے کسی نے آواز کسی۔

"دوڑو پکڑو جانے نہ پائے" دفعتاً جنگ بہادر نے چلانا شروع کر دیا۔ لڈن کی ماں رے: اری او لڈن کی ماں۔ اب دیکھ تو دروازے پر کون آواز دے

رہا ہے۔"

حمید کے لئے اب برداشت کرنا مشکل تھا۔ مجمع کو دھکے دیتا ہوا وہ عین اس کے سامنے پہنچ گیا: "یہ کیا بدتمیزی ہے۔"

"تم۔" جنگ بہادر نے اسے غور سے دیکھا۔ پھر تیزی بولا۔ "تم سالے جورو کے بھائی سالار جنگ!۔ ایکدم گٹ آؤٹ۔"

"دونٹ بی نان سنس۔ حمید نے دبی زبان میں جنگ بہادر کو مخاطب کیا تھا۔

"ہائیں۔!۔ کیا اب تم مجھے گولی مار دو گے۔! مرا۔ مرا۔ دوڑو بچاؤ۔! پولیس ہائے.... میرا لالن...."

اتنی دیر میں پولیس بھی آگئی تھی۔! شاید کسی نے فون پر اس ہنگامے کی اطلاع نزدیکی تھانے کو کردی تھی۔

"کیا معاملہ ہے کیپٹن"۔ ملحقہ تھانے کے سب انسپکٹر نے جو حمید سے واقف تھا اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

پولیس کے دوسرے آدمی ہجوم کو ہٹانے میں مصروف تھے

"ارے مجھے بچاؤ۔" جنگ بہادر جھپٹ کر ایک کانسٹبل سے لپٹ گیا۔۔ ہائے میری عصمت سر بازار لٹ گئی۔ اب میں اپنی خالہ جان کو کیا منہ دکھاؤں گی۔"

حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ جتنی جلدی ممکن ہو اسے یہاں سے لے جایئے۔

"کوئی خاص کیس معلوم ہوتا ہے۔!"

ہاں۔۔ آپ اسے فریدی صاحب کی رہائش گاہ تک پہنچا دیں۔" حمید نے گھور کر جنگ بہادر کی طرف دیکھا اور پھر پلٹ کر اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جنگ بہادر کی چیخ و پکار اور واہی تباہی بکنے کی آواز دور تک اس کا تعاقب کرتی رہی۔

* * *

روبینہ اس وقت کراؤن بار کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی شیری سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔!

ہال میں بے شمار جوڑے موسیقی کی دھن پر تھرکتے پھر رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر ایسے بھی تھے جنہیں وہ بخوبی جانتی تھی لیکن بذات خود چونکہ وہ میک اپ میں تھی اس لئے اس کے پہچان لئے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔

بظاہر روبینہ کی نگاہیں رقص کرنے والوں پر جمی ہوئی تھیں لیکن اس کی پوری توجہ اپنے برابر والی دوسری سیٹ پر تھی جس پر میڈم شہناز بار کے مالک مسٹر سنگھ کے ساتھ موجود تھی۔ رقص شروع ہونے سے قبل دو چار دل پھینک قسم کے افراد نے اس سے رقص کی درخواست بھی کی تھی۔ لیکن سنگھ نے انہیں بڑی حقارت سے دھتکار دیا تھا۔

"مجھے اس طرح تم کیوں گھور رہے ہو۔" اچانک شہناز مسٹر سنگھ سے کہنے لگی۔

"حسن کی پرستش نہ کرنا میرے نزدیک گناہ ہے میڈم۔"

"اور! شاید تم نے اسی غرض سے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی ہے!" کیوں؟"

"کسی حد تک آپکا خیال درست ہے۔"

"ایسی شکل میں تم دل کھول کر میری پرستش کر لو مسٹر سنگھ۔" اچانک شہناز سنجیدگی سے بولی "شاید اب زیادہ دنوں تک تمہیں اس کا موقع نہ ملے۔

"کیا۔ میں سمجھا نہیں۔"

"یہی کہ میں بہت جلد کراؤن بار سے اپنا معاہدہ ختم کرنے والی ہوں۔"

"کیوں۔"

"میری مرضی۔"

"لیکن آپ نے تو پورے پانچ سال کی مدت کے لئے۔"

"مجھے یاد ہے مسٹر سنگھ" شہناز نے جلدی سے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی اور قدرے ترشائی سے جواب دیا" لیکن اس معاہدے میں یہ بھی تحریر ہے کہ اگر میں قبل از وقت معاہدے کو ختم کرنا چاہوں تو اس کے لئے محض دس ہزار کی حقیر رقم ادا کرنی پڑے گی۔ اور یہ رقم میں کسی بھی وقت ادا کر سکتی ہوں۔"

روبینہ نے کنکھیوں سے سنگھ کی طرف دیکھا۔ جو شہناز کے جواب پر سٹپٹا گیا تھا۔

"مگر معاہدہ ختم کرنے کی وجہ تو ضرور ہوگی" اس نے شہناز سے پوچھا۔ کیا میرے بار اور نائٹ کلب میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر۔؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں مسٹر سنگھ۔ کہ میری آمد تمہارے اور کلب دونوں کے لئے منحوس ثابت ہو رہی ہے۔

"ارے..... ارے۔! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔"

"غلط نہیں کہہ رہی ہوں" شہناز بولی "تم شاید بھول رہے ہو کہ میری آمد کے بعد سے اب تک کراؤن بار میں دو ایسے حادثے پیش آ چکے ہیں۔ جو پولیس کو..."

"پولیس!" دفعتاً سنگھ کا لہجہ سخت ہو گیا۔ "ابھی یہاں کی پولیس اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ وہ سنگھ پر ہاتھ ڈالنے کی جرات کر سکے۔ پولیس کے فرشتے بھی میری پرانی ہسٹری کو ثابت نہیں کر سکتے۔"

"اس کے باوجود کم از کم تمہیں دارالحکومت میں فریدی جیسے افسر سے محتاط رہنا ہوگا" شہناز بولی "میں اکثر اس کے کارنامے اخباروں میں پڑھتی ہوں۔"

"فریدی۔؟ ہاہاہا۔۔ ہاہا۔۔۔ ہی ہی۔۔۔ ہو ہو" اچانک سنگھ دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔

ڈانسنگ فلور کے علاوہ دوسرے افراد بھی اس کی جانب پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے تھے۔ لیکن وہ بدستور پاگلوں جیسے انداز میں ہنستا رہا۔ پھر اچانک وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

"فریدی جیسے طفل مکتب میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔"

"بہر حال مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"پھر۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے میڈم" کیا معاہدہ اب بھی ختم کرنے کا ارادہ ہے۔"

"کیا مطلب؟ اس بار شہناز چونک اٹھی۔

"میں نے صرف آپکا فیصلہ پوچھا ہے۔"

"میرا فیصلہ یہی ہے مسٹر سنگھ کہ میں دس ہزار روپے کی رقم پھینک کر معاہدہ ختم کر دوں گی۔"

"کیوں۔ کیا کوئی زیادہ فائدہ کا آفر مل گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے معاہدہ میں ایسی کوئی شق نہیں تھی کہ اسے ختم کرنے کی تفصیل بھی بتائی جائے۔

"ہوں۔" گویا اندازہ ٹھیک ہے۔" سنگھ کا لہجہ خشک ہو گیا۔

"ہو سکتا ہے۔" شہناز نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"کبھی نہیں ہو سکتا میڈم۔" اچانک سنگھ کرخت آواز میں بولا۔ اپنی ریپوٹیشن کی خاطر میں اپنی جان کی بازی لگانے سے کبھی گریز نہیں کروں گا۔"

"اوہ! شاید اب تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔

"بکواس! میں حسن کی پرستش کے ساتھ ساتھ اس کو مرجھائے ہوئے پھول کی طرح مسل دینے کا بھی قائل ہوں۔"

"مسٹر سنگھ۔ تم میری توہین۔"

"کان کھول کر سن لو میڈم کہ تم کراؤن بار سے معاہدہ ختم کر کے دارالحکومت کے کسی دوسرے ہوٹل یا کلب سے معاہدہ نہیں کرو گی۔" سنگھ نے شہناز کا جملہ اچکتے ہوئے کہا۔ دوسری صورت میں پیش آنے والے نتائج کی ذمہ داری سو فیصدی تمہارے ذمہ ہو گی۔"

پھر اس سے پیشتر کہ شہناز کوئی جواب دیتی۔ سنگھ کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھاتا ہوا ڈائننگ ہال سے باہر نکل گیا۔

روبینہ نے پلٹ کر دیکھا۔ شہناز کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں —!

[redacted]

جنگ بہادر اس وقت فریدی کے ڈرائینگ روم میں صوفے پر کچھ ایسے ہی انداز میں جوتوں سمیت اکڑوں بیٹھا تھا جیسے کوئی بہت اہم بات سوچ رہا ہو۔ اسے گھر تک لانے والا سب انسپکٹر مع دو سپاہیوں کے ابھی تک کمرے میں موجود تھا۔

"حمید ایک لمحے تک دروازے پر کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر شاید سب انسپکٹر کی نظر بھی حمید پر پڑ گئی۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے۔" اس نے حمید کے قریب آتے ہوئے کہا۔ فریدی صاحب چونکہ موجود نہیں تھے۔ اس لئے میں نے یہاں سے ہٹنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔"

"تھینک یو۔ آپ اب جا سکتے ہیں۔"

لیکن اس سے پیشتر کہ وہ کمرے سے باہر جانے کیلئے مڑتا۔ جنگ بہادر، جو بدستور اکڑوں بیٹھا تھا ایک ہی جست میں اچھل کر اس کے قریب آ گیا

"تم! — تم رقیب کی دم ہو —! اس نے انسپکٹر کے سامنے انگلی نچاتے ہوئے کہا تم نے اغوا کیا ہے میری چاند سی بنو کو —! ہائے لڈن کی ماں اب میں کیا کروں۔"

انسپکٹر گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

بھاگ کیوں رہے ہو سالے۔ جنگ بہادر اس کی طرف پلٹ پڑا۔ ڈر گئے۔! ہاہا

— ہاہا۔ جاؤ معاف کیا سالے چیچے!۔ لیجا والڈن کی ماں کو۔ بھاگو۔!"

انسپکٹر نے سپاہیوں کو اشارہ کیا پھر خود بھی حمید کو رخصتی سلام کرتا ہوا تیزی سے کمرے سے

باہر نکل گیا۔

"بھاگ گیا سالا۔! ڈرپوک! ورنہ ٹھائیں سے آنکھ مار کر ختم کر دیتا— ہاہا— ہاہا۔"

حمید کو اب اس پر بری طرح تاؤ آ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ صدر میں جنگ بہادر نے

کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہی اپنی خلل دماغی کا مظاہرہ کیا ہوگا۔ لیکن موجودہ صورت میں

سب انسپکٹر کے چلے جانے کے بعد بھی اس کی اداکاری حمید کو گراں گزری تھی۔

جنگ بہادر سے وہ بہت کچھ پوچھنے کا متمنی تھا۔

"ابے او موٹے۔" اس نے جنگ بہادر کو مخاطب کیا۔ "ختم کرو۔ یہ بے وقت کی راگنی

میں فی الحال تمہاری اداکارانہ صلاحیتوں کی تعریف کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تم کون ہوتے ہو سالے میاں بیوی کے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے"

وہ حمید کی طرف پلٹ پڑا۔ "بڑے آئے سالے قاضی کی دم نکر۔"

"موٹے۔ اب میں تمہارے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا۔" حمید بری طرح جھلا گیا "بہتری

طرح راہ راست پر آ جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"رات کو آؤں گا پیارے۔" جنگ بہادر نے شرماتے ہوئے حمید کو آنکھ ماری۔ "ندیا کے

کنارے ملنا۔! برگد کے درخت کے نیچے جہاں نمرود کی قبر ہے۔"

"خان ڈبو ڈبو کا کیا بنا۔" حمید نے دوسرا طریقہ کار آزمانے کی کوشش کی اس بار بھی اسے

مایوسی ہوئی تھی۔

"ہائے اللہ کیسی باتیں کر رہے ہو لڈن کے ابا۔! — مجھے رانڈ کر کے تمہیں کیا

ملے گا۔ کیا اسی دن کے لئے ہاتھ تھاما تھا۔ جنگ بہادر اسی انداز میں بولا۔ "دیکھو۔ تمہیں

میری ننھی جوانی کی قسم دغا مت دینا۔ ورنہ میں آسمان کے تارے کھا کر خودکشی کر لوں گی۔"

جنگ بہادر کے کہنے کا انداز اتنا مضحکہ خیز تھا کہ اگر کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو حمید پیٹ پکڑ کر ہنستے ہنستے

بے دم ہو جاتا۔

مگر اس وقت حمید کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ قریب تھا کہ وہ حقیقتاً جنگ بہادر

پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتا۔ لیکن اسی وقت فریدی اندر داخل ہوا۔

"تم بھی آ گئے امرے لال۔" اس نے فریدی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کہاں چلے گئے

تھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک کتنی بار سمجھایا تھا کہ چراغ جلے گھر واپس آ جایا کرو۔"

حمید اس بار چونک اٹھا۔ کم از کم اسے جنگ بہادر سے اتنی جرأت کی امید نہ تھی کہ وہ

فریدی سے بھی اتنے سنجیدہ مذاق کا ثبوت دے سکتا۔ "تو کیا حقیقتاً یہ پاگل ہو گیا ہے۔"

اس نے سوچا۔

فریدی بدستور اپنی جگہ کھڑا جنگ بہادر کو گھور رہا تھا۔

"حمید۔ پولیس سرجن کو فون کر کے فوراً یہاں پہنچنے کی ہدایت کرو۔" فریدی نے

حمید کو مخاطب کیا مگر اس وقت بھی اس کی نظریں جنگ بہادر پر مرکوز تھیں۔

"میں یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ محض مذاق کر رہا ہے۔"

"کیا کہا۔" جنگ بہادر بول پڑا۔ مخاطب حمید ہی سے تھا۔ "تم اب مجھے تنہا پا کر

دست درازی بھی کرو گے۔ ارے خدا کے غضب سے ڈر کمبخت۔! تیری ماں بہنیں نہیں ہیں

کیا جو پرائی بہو بیٹیوں کو بری نظر سے گھورتا ہے۔"

"سن رہے ہیں موٹے کی باتیں۔" حمید نے فریدی سے کہا۔

"وقت ضائع مت کرو پولیس سرجن کو جلدی فون کرو۔"

"بہتر ہے۔" حمید کسی سعادت مند بچے کی طرح گردن ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"ارے .... ارے .... دروازہ بند مت کرنا ورنہ میں شور مچا دوں گی — ہائے میری عصمت ۔!"

فریدی کے ماتھے پر ابھرنے والی شکنیں اس بات کی ترجمانی کر رہی تھیں کہ وہ اس وقت کسی شدید الجھن میں مبتلا ہے۔

آدھے گھنٹے بعد جب جنگ بہادر کو سول سرجن کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔ تو حمید فریدی سے کہہ رہا تھا۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مجرم کون ہے تو میں ۔"

"تم اسے کہاں سے لائے تھے؟" فریدی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"صدر کے علاقے سے۔ کیوں۔"

"مجھے بھی یہی اطلاع ملی تھی۔ لیکن میں وہاں دیر سے پہنچا۔"

"کیا مطلب ۔؟"

"آنکھیں کھلی رکھ کر قدم اٹھانا؟" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "اس بار مجرم ہمیں باقاعدہ چیلنج کر رہے ہیں۔"

"کیا خاک ڈلبوٹ۔"

"میں موجودہ کیس میں کسی انتہائی خطرناک مجرم کا ہاتھ محسوس کر رہا ہوں۔" کوئی ایسا مجرم جو پولیس کو الّو بنانے میں مہارت رکھتا ہے۔

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا۔ حمید نے پوچھا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور فریدی حمید کا جواب دینے کی بجائے فون کی طرف لپکا۔

"ہیلو۔ فریدی اسپیکنگ۔" اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ پھر وہ دوسری طرف کی بات توجہ سے سننے لگا۔

"گڈ۔ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ محض تمہاری اصلیت بے نقاب کرنا چاہتے ہوں .... ہاں یہ اطلاع میرے لئے نئی ہے۔ — "میں اسے چیک کر لوں گا۔" ..... نہیں

— فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کون تھا۔" حمید نے ریسیور رکھتے ہی پوچھا۔

"ایک نئی اطلاع ملی ہے۔"

"کیا ۔؟"

"میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ جب تک میں نہ کہوں مکان سے باہر نکلنے کی حماقت مت کرنا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ حمید اس سے وجہ دریافت کر پاتا۔ فریدی کمرے سے باہر نکل گیا۔

رات کے تقریباً گیارہ کا عمل تھا۔

پارک لین کا پورا علاقہ محو خواب تھا۔ سڑکوں پر لگے ہوئے لیمپ پوسٹ کے بلب بھی اونگھتے نظر آ رہے تھے۔ کبھی کبھار کوئی کار برق رفتاری سے گزر کر سکون کو درہم برہم

کر جاتی تھی۔ سڑکوں پر بھونکنے والے کتے بھی فٹ پاتھ پر پڑے خراٹے لے رہے تھے۔

گرین پارک اس علاقے کی خاص تفریح گاہ تھی جس میں سر شام ہی سے رونق ہونی شروع ہو جاتی تھی۔ قرب وجوار کے بیشتر بچے سورج ڈھلتے ہی پارک میں آجاتے تھے اور پھر مغرب تک یہاں کافی ہنگامے رہتے تھے۔ ٹھیک آٹھ بجے پارک کے دروازے ہر خاص وعام کے لئے بند کر دیئے جاتے تھے۔

اس وقت بھی اس کے دروازے بند ہی تھے۔ لیکن پارک کے مشرقی گوشے میں بوڑھے برگد کے نیچے اس وقت بھی دو سائے تاریکی میں کھڑے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

"سرخاور پر ہاتھ صاف کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"خطرہ کس بات کا ہے۔"

"دلاور خان خطرات سے نہیں ڈرتا! شبیرو۔ لیکن کیا یہ چیز حیرت انگیز نہیں ہے کہ ہمیں سرخاور کو صرف آٹھ گھنٹے کے اندر اغوا کرنے کی ہدایت ملی ہے۔"

"ہمارا کام احکام پر عمل کرنا ہے۔" شبیرو نے کہا۔ "باس ہمیں اس کے لئے معقول رقم دیتا ہے۔"

اور پھر دونوں سائے تاریکی میں رینگتے ہوئے مین گیٹ کے قریب آکر رک گئے۔ شبیرو نے جنگلے سے گردن نکال کر باہر کا معائنہ کیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ سلاخوں پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔ دلاور خان نے بڑی تیزی سے اس کی تقلید کی تھی۔

سڑک پار کر کے دونوں ایک ایسی دو منزلہ عمارت کے سامنے آگئے جس پر سرخاور کی تختی آویزاں تھی۔

"پشت کی طرف سے اندر داخل ہونا زیادہ مناسب ہوگا۔" دلاور خان نے عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "سرخاور دوسری منزل پر ہوگا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" شبیرو نے سرگوشی کی۔ "دونوں کا ایک ساتھ جانا مناسب نہیں۔"

"پھر۔؟"

"تم یہیں ٹھہرو! میں دوسری طرف سے اندر جاتا ہوں۔ خطرہ محسوس ہوتے ہی میں تمہیں مخصوص قسم کا سگنل دوں گا۔" اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ حد بندی کی دیوار کے ساتھ چپکا آگے کو بڑھ رہا تھا۔

دلاور خان نے گھڑی دیکھی بارہ بج کر پانچ منٹ ہو چکے تھے۔ اس وقت اس کا ذہن اسی مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ کہ شبیرو سرخاور کو اغوا کرنے میں کامیاب ہوگا یا نہیں۔

دفعتاً دور سے کسی موٹر کے ہارن کی آواز ابھری دلاور چونک اٹھا۔ دستی گھڑی دیکھتے ہی اسے احساس ہوا کہ سوا بارہ بجنے میں صرف دو منٹ باقی ہیں۔ پھر اس کی نظریں بائیں جانب اٹھ گئیں۔ حد بندی کی دیوار کے آخری سرے سے ایک سایہ ابھر کر تیزی سے اس کی سمت آرہا تھا۔ تاریکی کے باوجود دلاور خان نے شبیرو کو اس کی چال سے پہچان لیا۔ پھر اسے تعجب بھی ہوا۔ اس لئے کہ شبیرو کے کندھوں پر کوئی دوسرا انسانی ہیولا بھی جھول رہا تھا۔

"کامیابی۔"

"ہاں۔ شبیرو کچے کام کی ذمہ داری کبھی اپنے سر نہیں لیتا۔"

پھر ان کے درمیان کوئی دوسری بات نہ ہو سکی۔ دور سے آنے والی گاڑی نے ایک بار پھر ہارن بجایا تھا۔ شبیرو لپکتا ہوا اس کی سمت تیزی سے بڑھنے لگا۔

دلاور اس وقت دل ہی دل میں شبیرو کی جرأت مندانہ اقدام کی تعریف کر رہا تھا لیکن اس کے اظہار کیلئے اسے موقع نہ مل سکا۔

سامنے سے آنے والی سیاہ رنگ کی وین ان کے قریب آکر ایک جھٹکے سے رکی۔ اس کے ساتھ ہی پشت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ دلاور خان اور شبیرو نے اس میں گھسنے میں دیر نہیں لگائی۔ دوسرے ہی لمحے وین دوبارہ حرکت میں آگئی

"کیا بنا شبیرو۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے فرد نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"بتی جلا کر دیکھو! سرخاور اس وقت میرے قدموں میں موجود ہے۔"

"گڈ ـ" باس کو تم سے کیا امید تھی۔"

"میں باس کا شکر گزار ہوں جو مجھے اہم کاموں کیلئے منتخب کرتا ہے۔

" اگلے چوراستے پر تم دونوں کو اتار دیا جائے گا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے شیرو کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ دوسری ہدایت صبح تمہیں میڈم سے ملے گی۔"

پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ہی وہ دونوں چرچ گیٹ کے چوراستے پر وین سے نیچے اترے تھے۔

صرف ایک لمحے کیلئے دلاور اور شیرو نے ایک دوسرے کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا اور پھر وہ دونوں ہی مختلف سمتوں پر روانہ ہو گئے۔

راجو بڑی دیر سے سنگھ کے کمرے میں کھڑا تھا۔ لیکن ابھی تک سنگھ نے اسے آنے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔!

اپنی کرسی پر دراز وہ چھت کو ٹکٹکی باندھے گھورے جا رہا تھا۔ آنکھوں سے الجھن

کے آثار نمایاں تھے۔ چہرے پر ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی کرختگی کے اثرات موجود تھے۔

راجو بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے ایسے اثرات نہیں تھے جس کی بنا پر اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اس وقت سنگھ کے کمرے میں اپنے طلب کئے جانے کی وجہ سوچ رہا تھا۔

راجو کی یہ فکر بلا وجہ نہیں تھی۔ کراؤن بار کے تمام اسٹاف والے مسٹر سنگھ کی پراسرار شخصیت سے خائف ہی رہتے تھے۔

"راجو ـ" اچانک سنگھ نے راجو کو مخاطب کیا تھا۔ "میں نے تمہیں اس وقت ایک خاص مقصد کے تحت یہاں طلب کیا ہے۔" دوسرے افراد کے مقابلے میں مجھے تم پر زیادہ بھروسہ ہے۔"

"میں اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں جناب۔" راجو سنجیدگی سے بولا۔

"کراؤن بار اینڈ کلب کی موجودہ شہرت جانتے ہو کس کے دم سے ہے"

"آپ کی بدولت۔"

" نہیں۔" سنگھ قدرے جھلاہٹ سے بولا۔" اس کی موجودہ ساکھ صرف شہناز کے دم سے ہے۔

راجو نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ ویسے سنگھ کے اظہار خیال سے اس کی آنکھیں صرف ایک لمحے کیلئے چمک اٹھیں۔

"جس دن شہناز نے اس نائٹ کلب کو خیر باد کہہ دیا یہاں دوبارہ الو قوں کے بجائے الو بولتے نظر آئیں گے۔" اور میں اس چیز کو کسی قیمت پر برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

"لیکن میڈم شہناز سے تو آپ کا معاہدہ خاصی لمبی مدت کیلئے ہوا ہے۔"

"ہاں۔ مگر اب وہ پر تولنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"اور وہ معاہدہ ـ؟"

"تمہارے کے طے شدہ رقم ادا کرنے کے بعد وہ بآسانی آزادی حاصل کر سکتی ہے۔"

"کیا میلارم نے اس چیز کا اظہار کیا ہے" راجو بدستور سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں۔"

"کوئی وجہ بھی بتائی تھی۔؟"

"نہیں! لیکن میرا اندازہ ہے کہ شاید کسی دوسرے کلب والے نے اسے بڑی رقم کی لالچ دیدی ہے۔"

"ایسی شکل میں آپ اس سے زیادہ بولی دے سکتے ہیں جناب۔"

"راجو۔" دفعتاً سنگھ نے راجو کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ سنگھ ٹیڑھی انگلیوں سے بھی گھی نکالنا جانتا ہے ...... شہناز دارالحکومت میں کرادن بار کے سوا کسی اور سے معاہدہ نہیں کر سکتی۔ دوسری صورت میں ممکن ہے کہ اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں۔

راجو خاموش رہا۔

"تم معلوم کرو کہ شہناز کے موجودہ خیالات کے تحت اس کی پشت پر کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ میں براہ راست اس سے نپٹ لوں گا۔"

"بہتر ہے جناب۔"

"اب تم جا سکتے ہو۔"

راجو خاموشی سے کمرے کے باہر نکل گیا۔ اور سنگھ کسی زخمی درندے کی طرح کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اور پھر وہ اس وقت چونکا۔ جب بیرونی دروازے کے کھلنے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

اس نے جھلاہٹ میں پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔!

اندر آنے والا نہ صرف انگریز اجنبی تھا۔ بلکہ پراسرار بھی تھا۔ چہرے پر سیاہ نقاب ہی نے سنگھ کو خطرے کا احساس دلا دیا تھا۔

"کون ہو تم۔" اس نے کڑک کر نو وارد کو مخاطب کیا۔ جو بڑی پھرتی سے دروازے کی چٹخنی لگا کر اب سینہ تانے کھڑا رہا۔

"روح کی خالق کا نمائندہ" نو وارد نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ اب کیا تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ مسٹر سنگھ کہ میں یہاں اسوقت کس مقصد کے تحت آیا ہوں"

"روح کی خالق کا نمائندہ" سنگھ نے اس کے الفاظ دہرائے پھر حقارت سے بولا۔ "تم نے غلط جگہ قسمت آزمائی ہے نادان لڑکے۔ سنگھ روحانی قوتوں کا کبھی قائل نہیں رہا ہے۔ "جاؤ۔! بھاگ جاؤ یہاں سے۔ ورنہ تمہاری بیجا مداخلت مجھے کوئی جارحانہ کارروائی پر مجبور کر سکتی ہے۔"

"ابھی طفل مکتب ہو مسٹر سنگھ۔" نو وارد نے مضحکہ خیز مسکراہٹ کے درمیان کہا۔ "لیکن گھبراؤ نہیں! .... اگر تم روح کے خالق کی شرط پر آمادہ ہو گئے تو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"کیا مطلب۔!" سنگھ گرجدار آواز میں بولا۔

"یہی کہ اگر تمہیں عافیت درکار ہے تو روح کے خالق کے سامنے گھٹنے ٹیک دو۔"

"بکواس بند کرو سور کے بچے۔" سنگھ جھلا گیا۔ "میں کسی روح کے خالق کو نہیں مانتا۔"

"یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ابھی تک تم اس کے عتاب سے محفوظ رہے ہو۔" نو وارد بولا۔ پھر اس نے تیزی سے کہنا شروع کیا۔ "روح کا خالق اس بات کو پسند نہیں کرے گا تم شہناز کی ترقی کی راہوں میں رکاوٹ بنو۔"

"اوہ!۔ سمجھا۔" سنگھ کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکار۔ "تم دشمن پارٹی کے ایجنٹ ہو۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا مسٹر سنگھ۔" نووارد بدستور سنجیدگی سے بولا۔ "میں اسوقت صرف یہی کہنے آیا تھا کہ تم شہناز کی راہ میں مداخلت کرنے کے ارادہ سے باز آجاؤ۔ دوسری شکل میں مجھے مجبوراً تمہاری کھوپڑی کے دو چار اسکرو ٹائٹ کرنے پڑیں گے۔"

"اوہ۔! بڑے جیدار معلوم ہوتے ہو۔" سنگھ نے آہستہ سے کہا۔ پھر اچانک اس نے بڑی پھرتی سے پنجے جوڑ کر چھلانگ لگا دی۔

نووارد غالباً اس حملہ سے بے خبر نہیں تھا۔ تیزی سے جھکائی دیکر وہ ایک طرف ہو گیا پھر دوسرے ہی لمحے اس کا بھرپور گھونسہ سنگھ کے جبڑوں پر پڑا تھا۔

"آخ ..... تھو ...... ! میں تجھے کتوں کی موت مار دوں گا۔" سنگھ غرا کر پلٹا۔

لیکن اس بار بھی اس کے ستارے شاید گردش میں ہی تھے۔ نووارد نے ذرا سی حرکت کی اور نتیجے کے طور پر سنگھ اس کے پاؤں سے الجھ کر اوندھے منہ فرش پر گرا۔ پھر اس سے پیشتر کہ وہ اٹھ پاتا نووارد اس کی پیٹھ پر بیٹھا اس کو سیدھے ہاتھ کو اپنی گرفت میں جکڑ کر مروڑ رہا تھا

"ہک.....آہ۔ لک.. کتے کی اولاد.....میں...." سنگھ شدت تکلیف سے چلا رہا تھا۔ دو ایک بار اس نے پوری قوت سے تڑپ کر خود کو اس ناگہانی آفت سے نجات دلانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

"یہ ہانگ کانگ نہیں ہے مائی ڈیر سنگھ۔" نووارد نے اپنا شغل جاری رکھتے ہوئے کہا۔ یہاں اگر رہنا چاہتے ہو تو تمہیں روح کے خالق کا غلام بن کر رہنا ہوگا۔ کیا سمجھے...!

"میں اسے بھی ..... اور ے .... نغ .... جم .... مار ڈالوں گا —— آہ..."

اور سنگھ نووارد کے چلنے والے ہاتھ کی چوٹ سے صوفے کے پیچھے جا گرا تھا۔

"تمہاری مرضی۔" نووارد نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ پھر اچانک آگے بڑھا اور اس کے دونوں ہاتھ سنگھ کے بالوں میں الجھ گئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ پوری قوت سے اس کے سر کو اٹھا اٹھا کر زمین سے ٹکرا رہا تھا۔ سنگھ کے منہ سے گالیوں کا طوفان جاری تھا۔

لیکن زیادہ دیر تک وہ اپنی زبان درازی جاری نہ رکھ سکا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد ہی وہ کسی دم توڑتے ہوئے ارنے بھینسے کی طرح فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا

اس بار میں نے تمہارے ساتھ خاصی رعایت کی ہے مائی ڈیئر سنگھ۔" نووارد نے اٹھ کر اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسری بار میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

سنگھ جواب دینے کے بجائے اپنے خون آلود ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

شہناز کے متعلق میری ہدایت پر عمل کرنا مت بھول جانا۔ امسٹر سنگھ۔ اچھا اب اجازت دو مائی ڈیئر! اگر تم چاہو گے تو میں جلد ہی تم سے دوبارہ ملوں گا۔"

نووارد نے حقارت بھرے انداز میں کہا۔ پھر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا سنگھ نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن صرف کراہ کر رہ گیا تھا۔

[redacted]

سرخاور نے کراہ کر آنکھیں کھولیں پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔

کمرے کے نئے ماحول نے ایک لمحے کیلئے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اسے یاد آنے لگا کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ ذہن کے پردے پر ابھرنے والے واقعات میں محو رہا پھر اس نے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا

ساخت کے اعتبار سے اسے اسٹڈی روم ہی کہا جا سکتا تھا۔ کمرے میں آرام و آسائش کی وہ تمام چیزیں موجود تھیں جو کسی اسٹڈی روم کے لئے ضروری ہوتی ہیں ہوا کے لئے کھڑکیوں کا بھی معقول انتظام تھا۔ ویسے یہ بات دیگر تھی کہ اس وقت تمام کھڑکیاں اور دروازے باہر سے بند تھے۔ روشن دان سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ کر کمرے میں اجالا کر رہی تھی۔

سرخاور نے کسی خیال کے تحت اپنی دستی گھڑی دیکھی۔ پھر اس کے بعد ہی اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ پورے بارہ گھنٹے تک غفلت کا شکار رہا ہے۔ حالانکہ وہ بمشکل چھ سات

گھنٹے آرام کرنے کا عادی تھا۔ لیکن سرخاور نے اس مسئلہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

فی الحال وہ صرف اس گروہ کے متعلق سوچنا چاہتا تھا جس نے اسے اغوا کیا تھا بات تھی تعجب خیز۔ ملٹری انٹیلی جنس بیورو کا سربراہ ہونے کی مدت میں اس کے ایک نہیں سینکڑوں دشمن تھے۔ جو ہر وقت اسے زک پہنچانے کی گھات میں رہتے تھے۔ لیکن ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد شر پسند عناصر اس کی جانب سے مطمئن ہو گئے تھے۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے اپنے اغوا کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا لیکن پھر اسے زیادہ موقع نہیں مل سکا۔!

بیرونی دروازے کی جانب سے آنے والے قدموں کی چاپ سن کر اس کی تمام تر توجہ اسی کی جانب ہو گئی تھی قدموں کی آہٹ دروازے کے قریب پہنچ کر رک گئی پھر چٹخنی گرنے کی آواز سنائی دی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ لانبے قد کا ایک لاغر انسان جس کے سر کے بال بے تحاشہ بڑھ رہے تھے۔ نقاب سے جھانکتی ہوئی شعلہ بار نگاہیں سرخاور پر مرکوز تھیں۔

آنے والا سرخاور کے عین سامنے پڑی ہوئی کرسی کے قریب پہنچ کر بڑے اطمینان سے اس پر بیٹھ گیا۔ بیرونی دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ لیکن سرخاور نے خطرے کی بو محسوس کر لی۔ کوئی نہ کوئی یقیناً باہر موجود ہو گا۔ پھر سرخاور کے اس شبہ کی تصدیق بھی ہو گئی اس نے ایک انسانی پرچھائیں کا عکس دروازے کے باہر دیکھ لیا۔

"سرخاور!" ایک لمحے کی خاموشی کے بعد آنے والے نے کہنا شروع کیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تمہیں مجبوراً زحمت دینی پڑی۔ ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم اس وقت دارالحکومت کے کونسے کونے میں ہو۔"

"معلوم ہونے کی صورت میں بھی تمہارے سوال کا جواب نہ دیتا۔" سرخاور نے براہ راست اپنے حریف کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤمت مائی ڈیئر۔" تمہیں ۲۴ گھنٹے تک یہاں مہمان کی حیثیت سے رکھ کر واپس کر دیا جائے گا۔"

" سردر خان نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔

" تمہارا انتخاب میں نے ایک خاص مقصد کیلئے کیا ہے نقاب پوش نے سنجیدگی سے کہا میں دراصل تمہارے ذریعے اپنے کارناموں کی تشہیر کرانا چاہتا ہوں۔"

سرخاور بدستور خاموش رہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم آزاد ہونے کے بعد اپنی حکومت کو یہ بتا سکو کہ میں لامحدود طاقتوں کا مالک ہوں۔ میں اگر چاہوں تو مردوں کے جسم میں دوبارہ جان ڈال سکتا ہوں۔"

" اوہ۔! گویا اب تم کچھ دیر بعد میرے سامنے خدائی کا دعویٰ بھی کرو گے۔

" نہیں۔ اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" نقاب پوش نے کہا۔" ویسے مجھے امید ہے کہ میری طاقت کا اندازہ لگانے کے بعد شاید تم خود وہی کہو گے۔ جو میں چاہتا ہوں

" نفسیات کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔" سرخاور نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ تمہاری اطلاع کیلئے بتا دوں۔ کہ میں ان بچکانہ باتوں پر کبھی غور کرنے کا عادی نہیں رہا ..... تمہاری محنت ضائع جائیگی۔۔"

" ابھی معلوم ہو جائے گا دوست۔" نقاب پوش نے کہا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھ کر تین بار تالی بجائی۔

ایک سیکنڈ بعد دو تین قوی ہیکل میز کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے جس پر کوئی لمبی چیز کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی آنے والوں نے بالکل مشینی انداز میں میز نقاب پوش کے سامنے لا کر روکی پھر کسی مزید حکم کا انتظار کئے بغیر وہ الٹے قدموں واپس لوٹ گئے۔

" اب میں تمہارے سامنے اپنی طاقت کا وہ عظیم مظاہرہ کروں گا۔ جس کے متعلق تم لوگوں نے کبھی سوچنے کی تکلیف بھی گوارہ نہ کی ہوگی۔" نقاب پوش نے کرسی سے اٹھتے

ہوئے کہا۔ پھر وہ میز کے قریب پہنچکر رکا۔ اور کپڑے کو ایک طرف ہٹا دیا۔

سرخاور بدستور اپنی جگہ بیٹھا اس انسانی جسم کو دیکھ رہا تھا جو میز پر ساکت پڑا تھا۔

" تم خوش قسمت ہو سرخاور جو اس مظاہرے کیلئے تمہارا انتخاب کیا گیا۔ اب میں تمہاری نظروں کے سامنے اس لاش میں دوبارہ جان ڈالوں گا۔

" میرے لئے یہ کوئی حیرت انگیز بات نہ ہوگی۔" سرخاور نے ہوا میں تیر چھوڑا" متعدد بار میں پہلے بھی ہپناٹزم کے ماہروں کو سڑکوں پر اس قسم کے شعبدے کرتے دیکھ چکا ہوں۔"

" بکواس نہیں سرخاور۔" اس بار نقاب پوش نے گرجدار آواز میں کہا۔" تم اس لاش کا معائنہ کر سکتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم ابھی تک اپنے ماتحت کیپٹن شریف کو نہیں بھولے ہو گے۔ جو آج سے پورے ایک ماہ قبل حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہو گیا تھا۔"

سرخاور نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک لمحے تک وہ نقاب پوش کو کینہ توز نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرنے کی خاطر وہ آہستہ سے اٹھ کر میز کے قریب آگیا۔ بظاہر میز پر کیپٹن شریف کا ہی اکڑا ہوا جسم موجود تھا۔

سرخاور کو فوری طور پر میک اپ کا خیال ہوا۔ لیکن پھر اس بات کی تصدیق ہو گئی اکڑی ہوئی لاش کے بائیں بازو پر سیکرٹ سروس والوں کا وہ خاص نشان بھی موجود تھا جو ملازمت کے وقت ان کے جسم پر دہکتی ہوئی مہر ... لگایا جاتا تھا۔

غور سے دیکھ لو سرخاور۔ ممکن ہے تمہیں اس کی اصلیت پر بھی شبہ باقی رہ جائے نقاب پوش نے کہا۔

سرخاور اسے قہر آلود نگاہوں سے گھور کر رہ گیا اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ جد و جہد کی کوشش اسکی موت کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی تھی۔

"اب تم دس قدم دور ہٹ جاؤ۔ سرخاور۔" نقاب نے کہا۔" ایک بات کا خیال رکھنا۔ دوبارہ تم اس وقت لب کشائی کی جرأت نہیں کرو گے جب تک میں نہ کہوں۔ عمل

دوران اگر تم نے ذرا بھی کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہ ہوگا۔"

"اس بار بھی سرخاور نے کچھ نہیں کہا۔ دس قدم پیچھے ہٹ کر وہ چپ چاپ — کھڑا ہو گیا۔ ویسے اس کی نگاہیں اب بھی اکڑی ہوئی لاش پر مرکوز تھیں۔"

"ذرا سی کوشش بھی مت کرنا مائی ڈیئر۔ دروازے کے باہر میرے دوسرے آدمی موجود ہیں۔ جو میرا اشارہ ملتے ہی تمہارا جسم چھلنی کر ڈالیں گے۔"

"سرخاور ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔ جو بزدلوں کی طرح چھپ کر فرار ہوتے ہیں۔"

"اگر مجھے اس بات کا علم نہ ہوتا تو اس وقت تمہارے ہاتھوں میں آہنی زیور موجود ہوتے۔"

"ایک منٹ۔" سرخاور نے تیزی سے کہا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"اس کا اظہار میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔"

"فرض کرو کہ میں تمہارا مظاہرہ دیکھنے کے بعد بھی اس کی تشہیر نہ کروں تو۔"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" نقاب پوش مسکرایا۔ "دارالحکومت میں تمہاری طرح اور بھی بہت سے لوگ ہیں۔"

"لیکن تمہیں اس کی تشہیر سے کیا فائدہ پہنچے گا۔"

"شہرت مائی ڈیئر۔ اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری حکومت مجھے باقاعدہ روحوں پر ریسرچ کرنے کی اجازت بھی دے۔" "اور میری طاقت کا لوہا مانے۔"

"اوہ!۔" سرخاور چونک اٹھا۔ "تو کیا پروفیسر ہنگری بھی......"

"گھبراؤ نہیں!" نقاب پوش نے اس کا جملہ کاٹا۔ "میں تمہارے سوالات کا جواب دوں گا۔ لیکن ابھی نہیں۔"

سرخاور خاموش ہو گیا۔ نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اپنا سیدھا ہاتھ لاش

کے سینے پر رکھا پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگا۔

سرخاور ٹکٹکی باندھے کیپٹن شریف کو دیکھ رہا تھا۔

لانبے قد کا پراسرار نقاب پوش پوری توجہ سے لاش پر جھکا منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ اسٹیڈیم میں کسی تیسرے انسان کے وجود سے بے خبر رہا ہو۔

تقریباً دس منٹ تک کمرے میں موت کا سا سناٹا چھایا رہا۔ نقاب پوش کی دہکتی ہوئی انگارہ جیسی آنکھیں بدستور کیپٹن شریف کے مردے پر مرکوز تھیں۔

سرخاور کسی پتھر کے بیجان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔ لیکن اس کی یہ محویت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکی۔ یکایک دفعتاً اس کے سارے جسم میں کپکپی پھیل گئی۔ بات تھی بھی ناقابل یقین۔ سرخاور نے کیپٹن شریف کے مردے کو میز پر سے آہستہ آہستہ سر ہلاتے دیکھا تھا۔

کیپٹن شریف جو پورے ایک ماہ قبل حرکت قلب کی شکایت سے مر چکا تھا۔ اخبارات نے اس کی موت پر اداریے لکھے تھے۔ خود سرخاور کو اس کی جوان موت پر صدمہ ہوا تھا۔ اس لئے کہ کیپٹن شریف ایک نڈر اور بہادر آفیسر تھا جس نے اپنی زندگی میں سیکڑوں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔

سرخاور کو اپنی قوت بینائی پر ایک لمحے کیلئے شبہ ہوا۔ ممکن ہے کیپٹن شریف کے سر کی جنبش محض اس کا وہم رہا ہو۔ لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس کی بھی تصدیق ہو گئی اس بار میز پر پڑے ہوئے کیپٹن کا جسم ایسے ہی انداز میں تڑپا تھا۔ جیسے اس پر سکرات کی کیفیت طاری ہو۔

سرخاور کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ خوف و ہراس کے ملے جلے تاثرات کے زیر اثر اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ زندگی میں شاید پہلی بار اس کا دل کسی آنے والے

کسی خطرے سے دھڑک رہا تھا۔

کچھ دیر کیلئے اس کا ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا۔ پھر دوبارہ وہ اسی وقت ہوش میں آیا تھا جب نقاب پوش کی کرخت آواز کمرے میں گونجی۔

"کیوں سرخاور۔ کیا اب بھی تم میری لامحدود طاقتوں پر ایمان لانے کیلئے تیار نہیں ہو؟"

سرخاور نے چونک کر لاش کی طرف دیکھا۔ جو اب کسی جیتے جاگتے انسان کی طرح سانس لے رہی تھی۔ لیکن اسکی آنکھیں بند ہی تھیں۔

"کیپٹن شریف کی بھٹکتی ہوئی روح میرے حکم سے اس کے جسم میں اسوقت دوبارہ داخل ہو چکی ہے۔ ابھی کچھ دیر بعد جب یہ نیند سے بیدار ہوگا تو....."

"کیا تم اسے دوبارہ مار ڈالو گے۔" سرخاور کے منہ سے غیر اختیاری طور پر نکل گیا۔

"ہاں" نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔ "ویسے تم اگر چاہو تو میں ایک شرط پر اسے زندگی بخش سکتا ہوں۔"

"وہ کیا۔؟"

"اس کے عوض تمہیں میرے ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا۔ کیوں۔ . . منظور ہے؟"

سرخاور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے اپنی حماقت کا شدید طور پر احساس ہوا۔ ایک مجرم کے سامنے اسے اس قسم کی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہئے تھا۔

"اچھی طرح سوچ کر جواب دو۔ میرے ساتھ شریک ہونے والوں کو اپنے خون سے وفاداری کا حلف نامہ لکھنا پڑتا ہے۔"

سرخاور کوئی معقول جواب سوچ رہا تھا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ وہ کچھ کہتا میز پر پڑی ہوئی لاش میں دوبارہ حرکت ہوئی اور اس بار کیپٹن شریف دوچار بار آنکھیں ملنے کے بعد اس طرح اٹھ بیٹھا۔ جیسے وہ طویل نیند سے جاگا ہو۔ نقاب پوش لپک کر اس کے سامنے آگیا۔

"گھبراؤ نہیں کیپٹن" اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

"اب تم خطرے سے باہر ہو۔"

"لل..... لے..... لیکن میں۔"

"تم پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ مگر بروقت طبی امداد نے تم کو بچا لیا۔" نقاب پوش نے ڈاکٹروں جیسے انداز میں کہا۔ "دوچار روز کے آرام کے بعد تم مستقل طور پر صحت مند ہو جاؤ گے۔"

"اوہ۔" کیپٹن نے مدھم لہجے میں کہا پھر اچانک اس کی نظر سرخاور پر پڑی۔ "کون! ۔ سرخاو....."

پھر کیپٹن نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن نقاب پوش نے شانوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"ان دنوں سبھی پابندیوں سے پرہیز کرو کیپٹن۔ تمہیں صرف آرام کی ضرورت ہے!"

سرخاور کو سینے کے نیچے اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن پھر اس نے اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو یکجا کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا میز کے قریب آگیا۔

"ڈاکٹر نے تمہیں ٹھیک مشورہ دیا ہے۔ فی الحال تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"کیا میں اسوقت کسی پرائیویٹ کلینک میں ہوں۔"

"اس کی فکر مت کرو مائی ڈیر۔" نقاب پوش بولا۔ "صرف آرام کرو — آرام۔ تمہیں آرام کی شدید ضرورت ہے! ۔ اب تم آرام سے لیٹ کر سو رہو — بالکل آرام — اور سکون کی گہری نیند —"

نقاب پوش بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں جملے دہراتا رہا۔

سرخاور کو یہ سمجھنے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی تھی کہ نقاب پوش کیپٹن شریف کو ہپناٹزم کے ذریعہ ٹرانس لاکر گہری نیند سلانا چاہتا ہے۔ خیال غلط نہیں ثابت

ہوا۔ تقریباً دو منٹ بعد ہی کیپٹن شریف دوبارہ میز پر لیٹا خراٹے لینے لگا۔

"کیوں۔ سرخاور۔ کیا اب بھی تم میری ان طاقتوں کی تشہیر کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کروگے؟" نقاب پوش نے کیپٹن شریف کی طرف سے فارغ ہو کر پوچھا۔

"تم اگر چاہو تو براہ راست حکومت سے اس سلسلے میں گفتگو کر سکتے ہو۔" سرخاور نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ یہ میری توہین ہوگی سرخاور۔" نقاب پوش بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تمہاری حکومت بذات خود مجھ سے میری خدمات حاصل کرے"

"میں تمہارے لئے کام کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ تمہاری بخشی ہوئی نئی زندگی بھی دیرپا ثابت ہوگی۔" سرخاور نے فوری کسی خیال کے تحت کہا

"کس قسم کا ثبوت چاہتے ہو" ۔ نقاب پوش کا لہجہ برابر سرد تھا۔

"یہی کہ تمہارے علم سے دی ہوئی زندگی بھی قدرت کی بخشی ہوئی حیات کی ترجمانی کر سکتی ہے۔"

"ہم —" نقاب پوش اس بار معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "میں تمہیں اس بات کا ثبوت بھی دے سکتا ہوں سرخاور! .... تم کیپٹن شریف کو اپنے ساتھ کچھ عرصے کے لئے لے جاؤ۔ میرا دعویٰ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں تم اسے عام انسانوں سے مختلف قطعی نہ پاؤ گے۔

"مجھے منظور ہے۔"

"لیکن ایک شرط پر۔! میں تمہیں صرف پندرہ روز کی مہلت دے سکتا ہوں اس کے بعد تمہیں حلف وفاداری لکھ کر دینا ہوگا۔! لیکن —؟ کیا تم اس کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں۔" سرخاور نے تیزی سے کہا۔!

"کیا میں امید رکھوں کہ تم میرے ساتھ دھوکے کی کوشش نہ کروگے۔"

"نہیں سرخاور پر بھروسہ رہنا چاہئے مسٹر۔"

"تم مجھے روحوں کے خالق کے نام سے یاد کر سکتے ہو۔" نقاب پوش بولا۔ "ایک بات باقی رہ جاتی ہے۔ ! کیپٹن شریف کو عوام کے سامنے کس حیثیت سے پیش کروگے؟"

"یہ میرا کام ہے۔ ویسے تم مطمئن رہو جب تک میں حکومت کو تمہارے مشن سے مکمل طور پر روشناس نہ کرالوں کیپٹن شریف میرے پاس رہے گا۔"

"اسی دوران میں اگر میں تم سے رابطہ قائم کرنا چاہوں تو . . . . .؟"

"اس کی فکر مت کرو۔" نقاب پوش مسکرایا۔ "میرے گروہ کے افراد تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ میں بذات خود بھی تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔"

"اب میں تمہیں ایک زحمت اور دوں گا سرخاور۔" نقاب پوش نے سنجیدگی سے کہا "یہاں سے تمہاری روانگی بےہوشی کی حالت میں ہوگی۔"

سرخاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نقاب پوش نے دوبارہ تالی بجائی جس کے بعد وہی دونوں افراد اندر داخل ہوئے اور روح کے خالق کے اشارے پر وہ میز گھسیٹتے ہوئے دوبارہ باہر لے گئے۔

"اب تم آرام کرو ماٹی ڈیئر۔ چوبیس گھنٹے بعد تمہیں دوبارہ تمہاری قیام گاہ پر بھیج دیا جائے گا۔" نقاب پوش نے کہا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

بیرونی دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

[redacted] [redacted]

بیگم شہناز نے حقارت بھری نظروں سے سنگھ کو گھورا پھر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں مسٹر سنگھ کہ تم بغیر اجازت کیوں آئے ہو۔"

"کراؤن بار میری ملکیت ہے میڈم" سنگھ نے زہرخند سے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر جا بجا ہلکی سوجن اور نیلے دھبوں نے اس وقت اس کی شخصیت کو پہلے سے زیادہ خوفناک بنا رکھا تھا۔ لیکن شہناز نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"لیکن میں تمہاری جاگیر نہیں ہوں" اس نے بدستور حقارت سے کہا: "آئندہ تم یہاں بغیر اجازت آنے سے پرہیز کرو گے۔"

"ختم کرو اس بکواس کو" دفعتاً سنگھ سانپ جیسے انداز میں پھنکارا: "میں اس وقت یہاں فضول باتوں کیلئے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر ؟"

"کراؤن بار سے کئے ہوئے معاہدے میں تمہیں اب تھوڑی ترمیم کرنی ہو گی۔"

"کیا مطلب ؟"

"یہی کہ پانچ سال تک تم کسی قیمت پر بھی معاہدہ ختم نہیں کرو گی۔"

"معاہدہ ایک بار کیا جا چکا ہے مسٹر سنگھ" شہناز نے کہا: "میں اب اس میں کسی ترمیم کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"ہاں۔"

"ایک بار پھر سوچ لو میڈم" سنگھ کی شعلہ بار نگاہیں بدستور شہناز کو گھور رہی تھیں۔

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔"

"ہم ! ۔ گویا پھر میں سمجھ لوں کہ اب تم کراؤن بار کے بجائے دارالحکومت کے کسی اور نائٹ کلب میں دلچسپی لینا چاہتی ہو۔"

"یہ میری مرضی پر منحصر ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ کتیا ۔" اچانک سنگھ حلق کے بل چیخا: "میں تم جیسی دو ٹکوں کی عورتوں کو ٹھیک کرنا جانتا ہوں۔"

"سنگھ۔" دفعتاً شہناز کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "تم حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔" دھوکہ دے کر مار لینا جوانمردی نہیں ہے۔" سنگھ نے کرخت آواز میں کہا۔

"میں تمہارے اس ہمدرد کو بھی دیکھ لوں گا جس نے سنگھ پر حملہ کر کے اپنی موت کو دعوت دینے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا مطلب ؟"

"سنگھ سے ایکٹنگ نہیں چلے گی ذلیل عورت۔" سنگھ نے اونچی آواز میں کہا: "میں تمہارے اس سور کے بچے کو بھی دیکھ لوں گا۔ جس نے خود کو روح کے خالق کا نمائندہ بنایا تھا۔"

"روح کے خالق کا نمائندہ" شہناز چونک اٹھی۔ "میں نہیں سمجھ سکی کہ تمہارا اشارہ کس جانب ہے۔"

"اس سے میں خود ہی سمجھ لوں گا" فی الحال میں صرف اس بات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا تم معاہدے میں ترمیم کیلئے تیار ہو۔"

"شہناز نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر کسی فوری خیال کے تحت اس نے اپنی دستی گھڑی کو دیکھا، دو بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔

"تم یقیناً کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو مسٹر سنگھ" شہناز بولی۔ اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔ میں کراؤن بار کو محض اس کی خراب ہوتی ہوئی ریپوٹیشن کی غرض سے..."

"وقت مت ضائع کرو میڈم۔ مجھے صرف اپنے سوال کا جواب درکار ہے۔

ٹھیک ہے" شہناز نے تیزی سے کہا۔ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ تم شام کو معاہدہ کا مسودہ بھیج دینا۔"

"گڈ۔" سنگھ کی آنکھوں میں فاتحانہ مسکراہٹ عود کر آئی لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے الفاظ چباتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "اس اقرار میں کوئی نئی چال تو نہیں ہے؟"

"نہیں تم مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو۔"

"وری گڈ۔ ویسے کیا تم اب مجھے اس حرامزادے کا نام نہیں بتاؤ گی۔ جس نے خود کو روح کے خالق کا نمائندہ بتایا تھا۔

"میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں" شہناز نے تیزی سے جواب دیا پھر دوبارہ اس کی نگاہ دستی گھڑی کی جانب اٹھ گئی۔ دو بجنے میں صرف ڈیڑھ منٹ باقی تھا۔

"شام تک ذہن پر زور دو۔ شاید تمہیں اس کا نام بھی یاد آجائے۔" سنگھ مسکرایا پھر بغیر کسی جواب کے سینے وہ الٹے قدموں کمرے سے باہر چلا گیا۔

"ڈرٹی ڈاگ" شہناز نے تلملا کر کہا۔ پھر لپک کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

ایک منٹ بعد ہی وہ اپنے بند کمرے میں بیٹھی ایک مخصوص کھلونے نما ٹرانسمیٹر پر کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ہیلو! — ہیلو! — تھری نائنٹی تھری — پلیز کم ان دی لائن — اٹ از فور سیون کالنگ یو — اوور —"

دو چار بار وہ انہی الفاظ کو دہراتی رہی۔ پھر دوسری طرف سے کسی مرد کی بھرائی ہوئی آواز ٹرانسمیٹر پر ابھری۔

"ہیلو — فور سیون۔ اٹ از تھری نائنٹی تھری۔ کوئی خاص بات! — اوور۔"

"یس باس —" شہناز نے تیزی سے کہا "سنگھ ابھی کچھ دیر پہلے یہاں موجود تھا شہناز نے ٹرانسمیٹر پر پوری تفصیل سنا دی۔!

"کوئی فکر کی بات نہیں شہناز۔ تم معاہدے میں ترمیم کر دو۔ اوور۔"

"لیکن باس وہ مجھ سے اس نامعلوم آدمی کا نام معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"اس کے لئے تم سنگھ کو رین بو کے منیجر کا حوالہ دے سکتی ہو" مرد کی بھرائی ہوئی آواز نے کہا۔ "رین بو کا منیجر تم سے کئی بار اپنے نائٹ کلب کے لئے معاہدے کی بات کر چکا ہے۔ میرا خیال ہے تم میرا مطلب سمجھ گئی ہو گی — اوور۔"

"تو کیا حقیقتاً یہ رین بو کے منیجر کی حرکت تھی — اوور —"

"مجھے نہیں معلوم! — لیکن سنگھ اور رین بو کے منیجر کا ٹکراؤ ہمارے لئے فائدہ مند ثابت ہو گا۔" — اوور۔"

"اور کوئی حکم! — اوور —"

"ہاں — آجکل میں نے اپنے کچھ خاص آدمیوں کو ان معاملات سے الگ تھلگ رہنے کی ہدایت کر دی ہے —! لیکن موجودہ سچویشن میں تم خان ڈبو کی ڈیوٹی رین بو میں لگا دو — میں چاہتا ہوں کہ وہ رین بو میں بناوٹی نمائندے کی حیثیت سے سنگھ کی تھوڑی مرمت اور کر دے — اوور۔"

"مگر وہ آدمی کون ہو سکتا ہے باس۔" جسے روح کے خالق کا راز معلوم ہو گا۔ — اوور۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اب اس سراغرساں سے جلد ہی نمٹ لینا چاہیے" شہناز نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "ہو سکتا ہے اس کی موجودگی تمہاری سرگرمیوں میں رکاوٹ کا باعث بنے۔ !۔۔ فریدی کے متعلق میں نے بھی بہت تعریفیں سن رکھی ہیں ۔۔ اوور۔"

"ابھی طفل مکتب ہے۔" "تم صرف اپنے کام انجام دیتی رہو۔ اوور۔"

"باس میں دیکھ رہی ہوں ایک لڑکی جو غیر ملکی معلوم ہوتی ہے کئی روز سے میرے پیچھے سائے کی طرح لگی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" باس نے کہا۔ "تم سے بھی اپنی نشیلی نگاہوں کا شکار بنا سکتی ہو۔۔ اور کچھ"

"نہیں باس۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب میرانت حکومت کے ذمہ دار لوگ ہوں گے۔ تم ہوشیار رہو گی۔ اوور اینڈ آل ۔۔" اور پھر ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

شہناز نے جلدی سے ٹرانسمیٹر کے تار علیحدہ کئے پھر اس نے ننھے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر ریڈیو سیٹ کے اوپر رکھ دیا۔ جو کسی جنگلی پرندے سے مشابہت رکھتا تھا۔

[redacted] [redacted]

کیپٹن حمید اسوقت پولیس ہسپتال کے اسپیشل وارڈ میں کھڑا بری طرح بور ہو رہا تھا۔ جنگ بہادر کو یہاں داخل ہوئے پورے چوبیس گھنٹے گذر چکے تھے۔ لیکن ابھی تک اس کی ذہنی رو بھٹکی ہوئی تھی۔ ! پولیس سرجن نے دماغی خلل کا باعث بتاتے ہوئے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ کسی زہریلے مادے کے ذریعہ اس حالت تک پہنچ گیا ہے ! لیکن وہ مادہ کیا تھا۔ اس کا علم پولیس سرجن کو بھی نہ تھا۔

اس وقت بھی جب سرجن جنگ بہادر کا معائنہ کرنے کے بعد واپس لوٹا تو حمید نے اسے دروازے پر ہی روک لیا۔

"مریض کے متعلق اب کیا رائے ہے۔؟"

"فی الحال ذہنی کیفیت ویسی ہی ہے۔ ! میں کوشش کر رہا ہوں۔"

"شکریہ !" حمید نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ پھر وارڈ میں داخل ہو گیا جہاں جنگ بہادر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ ! ایک نرس مستقل طور پر اس کی نگہداشت پر مامور تھی۔ وارڈ کے باہر پولیس کا پہرہ تھا۔

جنگ بہادر پر اس وقت غنودگی طاری تھی۔

"ہیلو کیپٹن" ڈیوٹی نرس نے حمید کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "ہاؤ ڈو یو۔"

"فائن۔"

"ابھی ابھی آنکھ لگی ہے لیکن خطرہ کی اب کوئی بات نہیں ہے" سرجن کا خیال ہے کہ یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"ہوں۔" حمید کا جواب مختصر تھا۔ نرس کی گفتگو اسے گراں گزر رہی تھی۔

"لیکن ہوا کیسے کیپٹن۔" نرس نے دلچسپی بھرے انداز میں پوچھا۔ "کیا کوئی خطرناک کیس ڈیل کر رہے تھے۔"

"نہیں۔" حمید نے بدستور بے رخی سے جواب دیا۔

"پھر ان کی ذہنی حالت ......"

"خوبصورت عورتوں کے پیچھے چکر کاٹنے کا نتیجہ" حمید نے پھر کہا "لیکن اس میں اس کا زیادہ قصور نہیں ہے۔ اکثر لڑکیاں خود ہی اس کے ڈیل ڈول پر مرنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ حقیقتاً سبھی احمق بنانے کیلئے سہی۔

پھر اس سے پہلے کہ نرس کوئی جواب دیتی حمید لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا وارڈ سے باہر آگیا۔ اس کا ذہن اس وقت بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ جنگ بہادر کی موجودہ حالت کا ذمہ دار بھی وہ خود اپنے آپ ہی کو سمجھ رہا تھا۔ نہ وہ اسے خان ڈیوڈ کے پیچھے لگاتا نہ اس کی یہ حالت ...... !

"خان ڈیوڈ" دفعتاً حمید کی آنکھیں چمک اٹھیں "ڈیوڈ کا تعلق بھی یقیناً مجرموں کے گروہ سے ہوگا۔ اس نے سوچا۔ پھر اس کا ذہن بڑی تیزی سے خان ڈیوڈ کے متعلق سوچنے لگا۔

پولیس ہسپتال سے باہر آکر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اس کا رخ چرچ گیٹ کی

جانب موڑ دیا۔

رات کے تقریباً دس کا عمل تھا۔ اسے یقین تھا کہ ڈیوڈ اس وقت گھر پر ہی ہوگا۔

چرچ گیٹ تک پہنچ کر اسے ڈیوڈ کا مکان تلاش کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی لیکن اس نے اپنی گاڑی مکان سے کافی آگے جا کر روکی پھر پیدل ہی اتر کر واپس لوٹ پڑا۔ اس مختصر سی مدت میں ہی اس نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اپنے چہرے کی تھوڑی بہت مرمت کر لی تھی۔ خود اس کے محکمہ کا کوئی آدمی بھی اس وقت حمید کو شناخت نہیں کر سکتا تھا!

مین گیٹ میں پہنچ کر وہ ایک لمحے کیلئے رکا پھر خلاف توقع اس نے تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھا اور پھر پھاٹک کھول کر اندر گھستا چلا گیا۔ ویسے اس کا سیدھا ہاتھ اس وقت پتلون کی جیب میں پڑے ہوئے سروس آٹومیٹک کے دستے پر موجود تھا۔

دوسری منزل کے کمرے روشن تھے جس سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اوپر کوئی موجود ہوگا۔ لیکن حمید نے اس پر بھی کوئی توجہ نہیں دی۔ عمارت کے صدر دروازے پر پہنچ کر اسے حیرت ہوئی تھی کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

حمید ایک لمحے کیلئے رکا پھر دوسرے لمحے وہ بڑی لاپرواہی سے اندھیرے میں اندر داخل ہو گیا۔

"ہینڈز اپ۔" تاریکی میں کسی گرجدار آواز نے اسے للکارا "اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔"

حمید نے فوراً ہی اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر لئے۔ ! اندھیرے میں کسی کے قدموں کی آواز دروازے کے قریب آگئی پھر چٹخنی چڑھانے کی آواز ابھری۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی اندرونی ہال کا بلب جل گیا۔

خان ڈیوڈ ریوالور تانے کھڑا حمید کو گھور رہا تھا۔ مگر دوسری طرف حمید کے چہرے پر تو کھلاہٹ یا پریشانی کے بجائے بیزاری کی علامت پائی جا رہی تھی۔

"کون ہو تم ۔؟" ڈیوڈ نے اس کو مخاطب کیا۔

"اس کا جواب براہِ راست تمہاری جماعت کے سربراہ کو دوں گا" حمید نے ناگواری کا اظہار کیا

"کیا مطلب ۔؟"

"مجھے نہیں معلوم تھا۔ مسٹر ڈیوڈ ۔ کہ تم میرے ساتھ اس طرح پیش آؤ گے ۔ ورنہ میں ادھر کا رخ کبھی نہ کرتا ۔"

"کیا تمہیں یہاں خان افضال نے بھیجا ہے ۔" ڈیوڈ نے کینہ توز نظروں سے حمید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

خان افضال ٹرک ڈرائیوروں کی انجمن کا سربراہ تھا۔

"ہاں ۔" لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ تم میرے ساتھ اس طرح پیش آؤ گے ۔"

"کس مقصد سے آئے ہو ۔؟"

"تمہارے ریوالور کا نشانہ بننے ۔" حمید نے چڑچڑے پن کا ثبوت دیا ۔ اگر خیریت سے بچ نکلا تو ٹرک کے کاروبار کا ارادہ ترک کر کے اب مرغیوں کی کاشت شروع کر دوں گا ۔"

"تمہارا نام ۔"

"عبدالرزاق ۔"

"اس شہر میں نئے معلوم ہوتے ہو ۔"

"ظاہر ہے ! ۔ دوسری شخصیت میں محض خان افضال کے مشورے پر جیب میں چالیس ہزار روپے ڈال کر موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کیلئے یہاں نہیں آتا ۔"

"ہاتھ نیچے گرا لو دوست ۔" اس بار خان ڈیوڈ نے نرم لہجے میں کہا ۔ "لیکن آئندہ ایک بات کا خیال رکھنا کسی کے مکان میں اس طرح گھسنے کی عادت تمہیں مہنگی پڑ سکتی ہے ۔

"اگر اب بھی میری شرافت پر شبہ ہو تو جیب کی تلاشی کیوں لے ڈالو ۔"

حمید نے بدستور ہاتھ اوپر اٹھائے رکھے تھے اسکے چہرے پر اس وقت بلا کی معصومیت ٹپک رہی تھی ۔

خان ڈیوڈ کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی ۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے دوست ۔ "ضرورت پڑنے پر میں مشین گن کے سامنے بھی سینہ سپر ہو سکتا ہوں ۔"

"ٹھیک ہے ۔ حمید نے جماہی لینے والے انداز میں منہ کھولا ۔ پھر ہاتھ نیچے کر لئے پھر اس نے بڑی معصومیت سے خان کی طرف اجازت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔ اگر اجازت ہو تو جیب سے رومال نکال کر اپنی پیشانی کا پسینہ خشک کر لوں ۔"

"خود کو زیادہ بے وقوف ثابت کرنے کی کوشش مت کرو دوست ! ۔ خان ڈیوڈ کی نگاہیں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہیں ۔ اچھا ہی ہوا کہ تم نے خان افضال کا حوالہ دیدیا ورنہ ممکن تھا میں تمہارے ساتھ اتنا دوستانہ برتاؤ کبھی نہ کرتا ۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے خان ۔ حمید نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا ۔

"کیا مطلب ۔؟" خان ڈیوڈ کی بھنویں سکڑ گئیں ؛

"یہی کہ اگر دماغ حاضر نہ ہو تو پھر عام آدمیوں اور پاگلوں میں کوئی فرق نہ رہ جائے ۔

"میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھا دوست !

"آنکھوں پر زور دو خان ڈیوڈ ۔ شاید تمہیں اڑتی ہوئی چڑیا کے پر نظر آ جائیں" حمید نے تیزی سے کہا ۔ پھر بڑی پھرتی کے ساتھ اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا ۔ ! اس سے پیشتر کہ خان ڈیوڈ کچھ سمجھتا حمید کے ریوالور کی نال اس کی جانب اٹھ چکی تھی ۔

"اوہ ۔ ! گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا ۔ خان ڈیوڈ نے خشک لہجے میں کہا ۔

دیر میں عقل آئی مائی ڈیئر حرامی ۔" حمید بولا ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے الٹے ہاتھ سے ناک میں لگی ہوئی اسپرنگ نکال کر جیب میں ڈال لی ۔ !"

"کون ۔؟" کیپٹن حمید !"

"ہاں ۔ ! ویسے خالص اردو میں تم مجھے سردی کا بخار بھی کہہ سکتے ہو ۔"

"یہاں کیا لینے کے ہو کیپٹن" ڈلیوڈ نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"جنگ بہادر کے پاگل پن کا انتقام۔ حمید کا موڈ اکھڑ گیا۔" ویسے مطمئن رہو۔ میں بغیر کسی زہریلے مادے کے تمہیں اسی کیفیت میں مبتلا کر سکتا ہوں۔" جس میں آج کل جنگ بہادر مبتلا ہے۔

"غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ کیپٹن۔ میں پولیس والوں سے الجھنے کا عادی نہیں ہوں .... ہق ..... ہی ...."

حمید نے اسے جملہ مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا۔ حملہ اس قدر اچانک تھا۔ کر ڈلیوڈ بھی چکرا گیا۔ ! نتیجے کے طور پر وہ تیورا کر فرش پر گرا تھا — حمید نے دوبارہ چھلانگ لگائی۔ اور رگیدتا چلا گیا۔

اس کے ہاتھ بالکل مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ ! لیکن اسے فوراً ہی اس بات کا اندازہ بھی ہوگیا کہ خان ڈلیوڈ کی طاقت کا اندازہ لگانے میں اس نے زیادہ عقلمندی سے کام نہیں لیا تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک وہ ایک دوسرے کو الٹتے پلٹتے رہے — ! خان ڈلیوڈ کے منہ سے گالیوں کا طوفان جاری تھا۔ دوسری طرف حمید اس فکر میں تھا کہ کسی طرح وہ ڈلیوڈ کے گلے پر اپنی گرفت جمالے ! دونوں کے لڑنے کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے دو بھوکے شیر کسی شکار کے بٹوارے کے سلسلے میں آپس میں گتھ گئے۔ دونوں کے بدن کے کپڑے پھٹ کر تار تار ہو چکے تھے۔ اور ان پر خون کے دھبے پھیلتے جا رہے تھے پھر کوئی دو گھنٹے کے بعد حمید کو موقع مل گیا۔ اسکے تین چار فرمائشی ہاتھوں نے خان ڈلیوڈ کو بے دم کرکے رکھ دیا۔ لیکن اب خود حمید میں بھی اتنی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ خان کے گلے پر زور آزمائی کی حسرت پوری کرتا۔ بڑی مشکلوں سے وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا تھا۔ پھر اس نے شاید جیب سے ریوالور نکالنے کی غرض سے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تھا۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا۔ پھر وہ بھی لڑکھڑا کر خان ڈلیوڈ کے جسم سے گڈمڈ ہوگیا — !

[redacted]

فریدی کے چہرے پر اسوقت تشویش کے اثرات گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

بات تھی بھی تشویش طلب ! گزشتہ رات وہ دیر سے گھر لوٹا تھا۔ حمید کی غیر موجودگی کو اس نے اسوقت کوئی خاص اہمیت نہیں دی — لیکن دوسری صبح جب ناشتے کی میز پر بھی وہ غیر حاضر رہا تو فریدی کو فکر لاحق ہوئی پھر یہ بات اسے ملازم نے بتائی تھی کہ حمید رات بھر گھر سے غائب رہا ہے۔

ناشتہ کرنے کے بعد ہی وہ آفس کیلئے روانہ ہوگیا۔ لیکن حمید یہاں بھی موجود نہیں تھا فریدی کا ذہن بری طرح حمید میں الجھا ہوا تھا۔ ! موجودہ کیس کی نوعیت کے اعتبار سے اسے خطرہ تھا کہ کہیں جرائم پیشہ افراد جنگ بہادر کے بعد حمید پر بھی ہاتھ صاف نہ کریں۔ اسی وجہ سے اس نے حمید کو گھر سے باہر نکلنے کی ہدایت دی تھی۔ مگر اس کی ہدایت کے بغیر گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

حمید کی گمشدگی اسے بری طرح پریشان کر رہی تھی۔ فریدی نے کسی خیال کے تحت رسیور اٹھایا اور شاہی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے خود شامی نے کال ریسیو کی تھی۔

میں فریدی بول رہا ہوں۔ کیا تمہیں حمید کے متعلق کوئی اطلاع ہے۔"

"نہیں۔! کیوں۔؟۔ کوئی خاص بات۔"

"ہاں۔! وہ گزشتہ رات سے غائب ہے"

"اوہ۔! کیا آپ نے کسی خاص کام پر۔"

"نہیں۔" فریدی نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔"میں نے خاص طور پر گھر سے نہ نکلنے کی ہدایت کی تھی۔"

"پھر۔! میرے لائق کیا حکم ہے۔"

"تم خان ڈیوڈ اور کراؤن بار کی نگرانی کرو! لیکن محتاط رہنا۔ اس بار ہمارا مقابلہ حد خطرناک مجرموں سے ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تم پر بھی ہاتھ صاف کریں۔

"ہاں! ۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں خان ڈیوڈ کو حراست میں لے لینا چاہیئے۔"

"فرد جرم کیا ہوگی۔؟"

حالات اسے سو فیصدی مجرم ثابت کر رہے ہیں۔" شامی نے کہا۔

"میرے اصول کے خلاف ہے شامی۔۔۔۔" جب تک ٹھوس ثبوت نہ ہو میں اس پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔"

پھر جواب کا انتظار کئے بغیر فریدی نے لائن ڈسکنیکٹ کردی۔

ٹھیک اسی وقت انسپکٹر ملبٹری روبینہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"یہ حمید کا کیا قصہ ہے۔؟" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔"

"میں نے ابھی گھر فون کیا تھا۔" روبینہ بولی۔"اس کے علاوہ آپ کے چہرے پر چھائی ہوئی زردی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اسوقت حمید کیلئے پریشان ہیں۔"

"ہاں! تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"میں اسوقت صرف یہی معلوم کرنے کی غرض سے آئی تھی۔ دوسری شکل میں حمید کی موجودگی میں میرے لئے یہاں رکنے کا سوال بھی پیدا نہ ہوتا تھا۔

"نہیں روبی۔! تم حمید کے خلاف آئندہ ایک لفظ بھی نہیں کہوگی۔" اس بار فریدی نے قدرے خشک لہجے میں کہا۔ "حمید مجھے اپنے چھوٹے بھائی سے بھی زیادہ عزیز ہے۔"

روبینہ فریدی کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

"خدا کی قسم اگر حمید کو کچھ ہوگیا تو میں مجرموں سے بڑا بھیانک انتقام لوں گا۔"

"آپ کا شبہ کس پر ہے۔"

"خان ڈیوڈ پر۔" جنگ بہادر بھی اسی کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔" فریدی بولا مجھے یقین ہے کہ حمید اس سے ضرور ملا ہوگا۔"

"آپ نے ڈیوڈ کو چیک کیا۔"

"ابھی نہیں! میں چاہتا ہوں کہ پہلے۔۔۔۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور فریدی جملہ مکمل نہ کر سکا۔

"ہیلو!۔ فریدی اسپیکنگ۔"

"میں پارک لین سے بول رہا ہوں جناب۔ کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے یہاں آنے کی زحمت کریں گے۔"

"کیا بات ہے۔"

"ایک مسخ شدہ لاش کی شناخت درکار ہے جناب۔"

"لاش! فریدی جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تفصیل بیان کرو۔"

"ب۔۔۔۔ بتاتا ہوں جناب۔" ڈیوٹی کانسٹیبل نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے ہمیں فون پر کسی نامعلوم آدمی نے ایک لاش کی اطلاع دی تھی ــــ فون کرنے والے نے ...."

"بات مختصر کرو ۔ فریدی ماؤتھ پیس میں غرایا۔" مجھے شناخت کے لئے بلانے کا مقصد کیا ہے ۔"

"تخ ... خد .... خدا کرے یہ میری نظروں کا ..... دھک ..... دھوکہ ہی ہو جناب ... لل ... لیکن ..... ۔"

"کیا بات ہے ۔ ؟ تم بولتے کیوں نہیں ۔ ؟"

"جج ..... جی ... !" ڈیوٹی آفیسر نے گڑبڑاتے ہوئے کہا ۔ لاش کی تلاشی پر جو چیزیں ملی ہیں اس میں آپکے ماتحت کیپٹن حمید صاحب کا شناختی کارڈ بھی ہے ۔ !"

" نہیں ــــ فریدی اچھل پڑا ۔ ڈیوٹی آفیسر کے آخری الفاظ اس کے ذہن پر ہتھوڑے کی طرح پڑے تھے ۔

"میں فوراً آرہا ہوں ۔"

" فریدی نے کہا ۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر رکھا اور اٹھ کر تقریباً بھاگتا ہی ہوا کمرے سے نکل گیا ۔

روبینہ منہ پھاڑے بیٹھی رہی ۔ پھر اسکی نظر میز پر پڑے ہوئے کاغذات کیطرف اٹھ گئیں جنہیں اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وہ رپورٹ بھی تھی جسمیں اس نے لکھا تھا کہ شہناز اپنے کمرے میں ہی رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً کسی سے ٹرانسمیٹر پر بات کرتی ہے اسکے ملنے والوں میں اکثر مالدار طبقہ ہے کچھ حکومت کے ذمہ دار بھی اس کے عاشقوں میں شامل ہیں ۔"

ساتھ ہی فریدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا پرچہ بھی موجود تھا ۔ جس میں روبینہ کو ہدایت تھی کہ وہ ان لوگوں کی فہرست فراہم کرے ۔

[illegible]

پارک لین کے تھانے میں اسوقت افسران کا خاصا ہجوم اکٹھا تھا ۔ آئی جی اور ڈی آئی جی کے علاوہ ہوم منسٹر بھی مسخ شدہ لاش کا معائنہ کرنے میں مصروف تھے ۔ !

تھانے کا انچارج انسپکٹر شرما ان کے آگے پیچھے ہاتھ باندھے گھوم رہے تھے ۔

" لاش کی اطلاع آپکو کیسے ہوئی تھی ۔ ہوم منسٹر جو فریدی کے ساتھ آکسفورڈ میں پڑھ چکا تھا ۔ انسپکٹر شرما سے مخاطب تھا ۔

" اطلاع فون پر موصول ہوئی تھی جناب ۔" شرما بولا ۔ لیکن خبر دینے والے نے اپنا نام نہیں بتایا ۔"

"ہم ! ۔ آپنے فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی تھی ۔

"جی ہاں ۔ انکوائری نے نمبر بتانے سے معذوری ظاہر کی تھی ۔ ممکن ہے فون کسی بوتھ سے کیا گیا ہو ۔"

" لاش آپ کو کس مقام سے ملی تھی ۔" اسبار آئی جی نے شرما کو مخاطب کیا ۔

" گرین پارک کے عقبی پھاٹک کے قریب سے جناب ۔"

"کپڑوں کی تلاشی کس نے لی تھی۔"

"ڈپٹی آفیسر نے میری موجودگی میں تلاشی لی تھی۔"

"حادثے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے"۔ ہوم منسٹر نے پوچھا۔ "موقع واردات پر پہنچکر آپ نے کچھ نہ کچھ نتیجہ تو ضرور نکالا ہوگا۔"

"جی ہاں۔" شرما نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ میری ذاتی رائے یہ ہے جناب کہ قتل گرین پارک سے کہیں دور ہوا تھا۔ بعد میں لاش کو وہاں لاکر رکھا گیا۔ پھر ہمیں اس کی اطلاع دی گئی۔"

"کوئی دلیل۔"

"موقع واردات پر کوئی ایسے ثبوت نہیں مل سکے جس کی بنا پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ قتل وہیں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ لاش پر جما ہوا خون اسبات کی گواہی دے رہا تھا کہ اسے مرنے کے کافی دیر بعد مقام سے ہٹایا گیا تھا۔

"اور لاش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" اس بار ڈی ایس پی ڈی سوزا نے پوچھا۔ میرا مقصد اس کی شناخت سے ہے۔"

"میں کسی آخری نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا ہوں جناب۔"

"کیوں۔؟ کیا آپ کیپٹن حمید سے واقف نہیں ہیں۔"

"خوب اچھی طرح جانتا ہوں جناب۔ لیکن لاش جس ناقابلِ شناخت حالت میں ملی ہے اس پر کوئی ہم آخری فیصلہ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ مسٹر فریدی تشریف نہ لے آئیں۔"

"کیا مطلب۔" ڈی سوزا نے خشک لہجے میں کہا۔

"یہی کہ حمید صاحب کی مصروفیات پر وہ مجھ سے زیادہ بہتر طور پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔"

"گویا آپ کا مقصد یہ ہے کہ موصول شدہ لاش حمید کے علاوہ کسی اور کی بھی ہو سکتی ہے"

"ناممکنات میں سے نہیں ہے جناب۔" شرما نے کہا۔ محض شناختی کارڈ کی موجودگی سے ہم کوئی آخری رائے قائم نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ممکن کہ کسی نے محض پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کیلئے ایسا کیا ہو۔!"

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ شناختی کارڈ پہلے کیپٹن حمید کے پاس سے چرایا گیا ہوگا پھر اس مجرم نے اس کارڈ کو لاش کے ساتھ منسلک کر دیا۔ !کیوں مسٹر شرما۔" ڈی سوزا نے جرح کی۔!

"جی ہاں۔"

"ایسی شکل میں آپ کیپٹن حمید کے وجود کے بارے میں کیا کہیں گے۔"

فریدی صاحب کی موجودگی کو میں نے اسی لئے ضروری سمجھا تھا جناب۔" شرما نے کہا۔ "ممکن ہے کہ ....."

"تم نے فریدی کو فون کر دیا۔" ہوم منسٹر جو ڈی سوزا کی بات سے قدرے جھلا گیا تھا شرما سے بولا۔

"جی ہاں جناب۔"

"کیا فریدی کے پاس آج کل کوئی اہم کیس ہے۔" اس بار ہوم منسٹر کا تخاطب آئی جی سے تھا۔

"جی ہاں۔ آجکل وہ پروفیسر سنگری اور ڈاور اگرہ کے مرڈر کیس کا فائل ڈیل کر رہا ہے۔"

"اوہ۔!" ہوم منسٹر نے تعجب سے کہا۔ "پروفیسر سنگری وہی تو نہیں ہے جسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ حالت میں دیکھا گیا تھا۔"

"وہی ہے جناب۔"

"اور وہ روحوں کا خالق کون ہے جس کا ریفرنس اخبارات نے پروفیسر کی موت کے حوالے سے دیا تھا۔"

"فریدی اس کی تلاش میں ہے جناب۔"

پھر ان کی گفتگو اس سے آگے نہ بڑھ سکی۔!

کیونکہ فریدی بالکل دیوانوں جیسے انداز میں داخل ہوا تھا۔ اس نے افسران کی موجودگی کو بھی اہمیت نہیں دی اور لپکتا ہوا لاش کے قریب آگیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ مسخ شدہ لاش کا بغور جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

تقریباً دس منٹ تک کمرے میں موت کا سناٹا طاری رہا۔

"شرما۔" دفعتاً فریدی نے لاش کے قریب سے اٹھتے ہوئے مردہ سی آواز میں تھانہ انچارج کو مخاطب کیا۔ "برآمد شدہ چیزیں کہاں ہیں۔"

"ادھر۔! میز پر ہی موجود ہیں۔"

فریدی نے اس بار پھر افسران کی طرف توجہ نہیں دی تیزی سے مشرقی گوشے کی طرف میز پر آکر وہ بکھری ہوئی چیزوں کا معائنہ کرنے لگا جو لاش سے برآمد ہوئی تھیں۔!

فریدی ان چیزوں سے بخوبی واقف تھا۔ ان چیزوں کو وہ بارہا حمید کے پاس دیکھ چکا تھا۔

پاگلوں جیسے انداز میں وہ ایک ایک چیز کو اٹھا کر دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کی نظر ایک ٹائی پن پر پڑی جسے اس نے ہاتھ بڑھا کر تیزی سے اٹھا لیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ کچھ ایسے ہی انداز میں قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیسے اس کا ذہن کسی اندرونی صدمے کے فوری جھٹکے سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا ہو۔!

ہوم منسٹر کے پیچھے آئی جی اور ڈیسوزا بھی لپک کر اس کے قریب آگئے تھے

"کوئی خاص کلیو مسٹر فریدی۔" ہوم منسٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں پوچھا۔

"جی۔ فریدی نے چونک کر ہوم منسٹر کو دیکھا پھر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے ابھی تک

وہ ان کی موجودگی سے بے خبر تھا۔!

"بیٹھ جاؤ۔" کیا کچھ طبیعت خراب ہے۔" ہوم منسٹر نے نرمی سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ فریدی نے روہانسی آواز میں جواب دیا۔" میں بالکل ٹھیک ہوں جناب۔!"

"لاش کے بارے میں تم نے کوئی خیال ظاہر نہیں کیا۔!"

"لاش کیپٹن حمید ہی کی ہے جناب۔" اس بار ضبط کرنے کے باوجود فریدی کی آواز کپکپا گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔!

"اوہ! ۔ مجھے بہت افسوس ہے۔" ہوم منسٹر نے گردن جھکا لی۔

"آئی جی اور انسپکٹر شرما چپ چاپ کھڑے تھے۔!

"میں بھی آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں مسٹر فریدی۔" ڈیسوزا نے کہا۔ "ویسے میں نے لاش دیکھتے ہی اسے پہلی نظر میں شناخت کر لیا تھا

"شکریہ مسٹر ڈی سوزا۔" فریدی نے مختصر جواب دیا۔ پھر دوبارہ پلٹ کر وہ لاش کو حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے۔" ڈیسوزا نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔ کیا آپ حادثے کی نوعیت اور مجرم کے امکانات پر...."

"مسٹر ڈیسوزا۔" فریدی گھوم پڑا۔ اس وقت میں آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

ڈیسوزا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس نے کنکھیوں سے ہوم منسٹر کی طرف دیکھا پھر صرف مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا

"آؤ میرے ساتھ۔" ہوم منسٹر نے فریدی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔"

فریدی جواب دینے کی بجائے خاموش کھڑا بھیگی ہوئی آنکھوں سے لاش کو گھورتا رہا آئی جی نے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانے میں غلطی نہیں کی تھی شاید اسی

لئے انہوں نے انسپکٹر شرما کو اس کا منہ دھانپنے کا اشارہ کیا تھا۔!

لیکن شرما نے جیسے ہی لاش کے قریب پہونچ کر چادر برابر کرنے کی کوشش کی، فریدی ہذیانی انداز میں چلایا۔!

"خبردار انسپکٹر — دنیا کی کوئی طاقت اسے فریدی سے نہیں چھین سکتی۔! — حمید کبھی نہیں مر سکتا۔! —— میں اسے نہیں مرنے دونگا.... میں حمید کی خاطر میں تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا"

پھر فریدی نے شاید ریوالور نکالنے کی غرض سے جیب میں ہاتھ ڈالا تھا۔ لیکن ہوم منسٹر نے اسے روک لیا۔

آئی جی اور انسپکٹر شرما بھی موقع کی نزاکت بھانپ کر فریدی سے لپٹ گئے۔ تھوڑی دیر وہ خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتا رہا پھر اچانک اس کی آنکھیں بند ہو گئیں شرما نے اگر نہ سنبھالا ہوتا تو وہ زمین پر ڈھیر ہو جاتا۔!

"مسٹر ڈلیوزا — ہوم منسٹر نے تیزی سے کہا۔ پولیس سرجن کو فون کیجئے۔ یہ شاید بے ہوش ہو گیا ہے۔"

ڈلیوزا حکم کی تعمیل میں لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

"حمید کی موت نے اس کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا ہے" آئی جی نے مدھم آواز میں کہا ہوم منسٹر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فریدی پر جھکا وہ اس کی نبض کی رفتار گننے میں مصروف تھا۔!

میڈم شہناز کی ٹو سیٹر اس وقت رین بو کی طرف فراٹے بھر رہی تھی۔ راجو اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

"سنگھ نے مجھے خاص طور پر آپکی نگرانی پر معمور کیا ہے۔ لیڈی صاحبہ۔"

راجو نے مہر سکوت توڑی۔ "اس کا خیال ہے کہ آپ کراون بار سے اپنا معاہدہ ختم کرنا چاہتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے —" شہناز بدستور سامنے بھاگتی ہوئی سڑک پر نظر جمائے ہوئے بولی۔

پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگی۔ "مجھے اس وقت فوری طور پر رین بو پہنچکر خان ڈیوڈ سے ملنے کا حکم ملا ہے۔"

"خان ڈیوڈ سے۔"

ہاں۔! اور تمہیں شاید یہ سنکر بھی تعجب ہوگا کہ خان نے گذشتہ رات کیپٹن حمید کو اپنی رہائش گاہ میں ہلاک کر دیا ہے۔!"

"نہیں —" راجو اس اطلاع پر حیرت سے اچھل پڑا۔

"آپکو کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے گذشتہ رات اسے باس کا ایک خاص پیغام پہنچانے کی غرض سے فون کیا تھا حادثے کی اطلاع خان نے مجھے فون پر ہی بتائی تھی۔

"بہت برا ہوا۔" راجو بولا۔

"میری ذاتی رائے بھی یہی تھی۔ لیکن باس کا خیال اس کے برعکس تھا!"

"پھر بھی ہم نے بھڑوں کے چھتے میں قبل از وقت پتھر مار کر اچھا نہیں کیا ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے کہا۔

پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ہی شہناز کی ٹوسیٹر رین بو کے پارکنگ شیڈ میں پہنچکر رک گئی۔

راجو اس کی ہدایت پر گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔ اور شہناز نیچے اتر کر تیزی سے عمارت کے صدر دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

اندرونی ہال میں پہنچکر اس نے وہاں بیٹھے ہوئے افراد کا سرسری جائزہ لیا۔ پھر اوپری منزل کے زینوں کو طے کرنے لگی۔ تھرڈ فلور کے روم نمبر اٹھارہ تک پہنچنے میں اسے بمشکل دو منٹ صرف کرنے پڑے تھے

اٹھارہ نمبر کمرے میں اس کا استقبال خان ڈیوڈ نے کیا تھا۔ لیکن اسوقت وہ شہناز کو بھی بالکل اجنبی لگا تھا۔ اگر اسے پہلے سے اس کا حلیہ نہ معلوم ہوتا تو شاید وہ اسے شناخت کرنے سے قطعی انکار کر دیتی۔!

سیاہ رنگ کی گھنی ڈاڑھی — بڑی بڑی مونچھوں اور سیاہ چشمے نے خان ڈیوڈ کی ظاہری اور باطنی حالت میں زمین آسمان کا فرق پیدا کر دیا تھا۔

"میں اسوقت یہاں ایک پیغام دینے کیلئے آئی ہوں خان۔" شہناز نے بغیر کسی

تمہید کے کہا۔

باس تمہاری کارکردگی سے خوش ہو کر تمہارے ذمہ ایک اور ضروری کام سونپنا چاہتا ہے۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

خان ڈیوڈ نے خشک لہجے میں کہا۔ لیکن اگر یہ پیغام فون پر دے دیا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"موجودہ سچویشن میں میرا کسی بھی ایسی شخصیت سے ملنا عقلمندی نہیں۔ جس پر پولیس کو رتی برابر بھی شبہ ہو!"

"لیکن خود باس نے مجھے یہاں آنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تمہاری کال کو ٹیپ کیا جاتا ہے۔"

"کوئی خاص ہدایت میڈم۔"

"ہاں۔ ! باس نے اب تمہارے ذمہ فریدی کی نقل و حرکت کی نگرانی سونپی ہے۔"

"ویری گڈ۔"

خان ڈیوڈ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"میری تمنا بھی یہی تھی میڈم کہ میں ایک بار ایشیا کے اس سراغرساں سے ٹکراؤں جو ابھی تک صرف گیدڑوں کے شکار کرتا رہا ہے۔"

"فریدی کے سلسلے میں تمہیں خاص طور پر بہت محتاط رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔"

"محتاط۔"

خان بڑے زہریلے انداز میں مسکرایا تھا۔ "اگر میں محتاط رہنے کا عادی نہ ہوتا تو شاید اسوقت پولیس کے حوالات میں ایڑیاں رگڑ رہا ہوتا۔"

"فریدی کی نقل وحرکت کی رپورٹ تم میرے بجائے براہ راست باس کو دوگے۔"

شہناز نے یہ جملہ بڑی ناگواری سے کہا پھر اپنے وینٹی بیگ سے ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی:

"باس کو تم نھری ناٹنٹی نھری کے نمبر سے کال کر سکو گے۔"

"اوہ۔"

خان طنزیہ لہجے میں بولا۔

"گویا اب مجھے ہدایتیں بھی براہ راست باس کی طرف سے موصول ہوا کریں گی۔"

اس بارے میں مجھے کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

شہناز نے کہا۔ پھر تیزی سے بات کا رخ بدل کر بولی:

سنگھ کے سلسلے میں اب تمہیں کسی اقدام کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کام کے لئے باس نے راجو کا انتخاب کر لیا ہے۔"

"یہ اطلاع میرے لئے زیادہ اہم ہے۔ میڈم

"کیوں۔؟"

"سنگھ جیسے بچوں سے ٹکرانا میری حیثیت کے خلاف تھا۔"

"زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو خان۔" شہناز تیکھے لہجے میں بولی۔

"باس کو ہینڈل کرنا میں تم سے بہتر طور پر جانتی ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ خان ڈیوڈ کو جواب دیتا۔ شہناز تیزی سے ایڑیوں کے بل گھومی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

خان ڈیوڈ کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

ہوم منسٹر کے کمرے میں اسوقت پولیس اور ملیٹری انٹیلی جنس کے تمام اعلیٰ آفیسر موجود تھے۔

لیکن یہ بات سوائے ایک دو کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم تھا۔ کہ کانفرنس کس مقصد کے لئے بلائی گئی ہے۔

فریدی کی موجودگی ہوم منسٹر کے بے حد اصرار کا نتیجہ تھی۔ ورنہ اس نے تو ایک سرے سے اپنی شرکت کی مخالفت کی تھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس نے اپنا استعفیٰ بھی ہسپتال سے نکلتے ہی لکھ کر آئی جی کو پیش کر دیا تھا۔

جسے آئی جی نے ہوم منسٹر تک پہنچا دیا اور پھر اس کے بعد ظاہر تھا کہ فریدی کو ان کی موجودہ حیثیت اور پرانی ملاقات کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

لیکن اس وقت وہ سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔

"ہم آج یہاں ایک اہم معاملے کا حل تلاش کرنے کی غرض سے جمع ہوئے ہیں۔"

ہوم منسٹر نے کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

پھر وہ تمام تفصیلات دہرا دیں۔ جو روح کے خالق کے سلسلے میں اب تک منظر عام پر آچکی تھیں۔

"حمید کی افسوسناک موت ہمارے لئے ایک ایسا سانحہ ہے جسے کم از کم میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مجرم جنگ بہادر کے سلسلے میں بھی ہمیں کھلم کھلا چیلنج کر چکا ہے۔ جس کے جواب میں ہم ابھی تک بے بس نظر آرہے ہیں۔"

"میں اخبارات میں اس کی تھوڑی بہت جھلکیاں دیکھ چکا ہوں۔" ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل اسمتھ نے کہا۔

"لیکن کیا عقل سلیم اس بات کو مان سکتی ہے۔ کہ کوئی شخص سوائے خدا کے مردہ جسم میں دوبارہ زندگی کے اثرات پیدا کر سکتی ہے"

"سائنس کے لئے اب سب کچھ ممکن ہو گیا ہے کرنل!" ہوم منسٹر نے کہا۔

اس کے علاوہ کرنل فریدی نے خود اپنی آنکھوں سے پروفیسر ہنگری کو زندہ انسانوں کی طرح گولیاں چلاتے دیکھا تھا۔

"مسٹر فریدی! کیا آپ ان حالات پر کچھ مزید روشنی ڈال سکیں گے۔" اس بار اسمتھ نے فریدی کو مخاطب کیا تھا۔

"مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ مسٹر نیازی آپ لوگوں کو بتا چکے ہیں۔" فریدی نے روکھے انداز میں ہوم منسٹر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

بظاہر وہ اس کانفرنس سے قطعی غیر متعلق نظر آرہا تھا۔"

"خان ڈیوڈ کے سلسلے میں آپ نے کیا اقدام کیا۔"

"ابھی تک اس گروہ کی گرفتاری عمل میں نہیں آسکی۔" فریدی نے بدستور روکھے لہجے میں کہا۔

"بہر حال میں آپ کے ساتھ پورے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ مجھے آپ کے دکھ کا احساس ہے۔ کیپٹن بہادر جوان تھا۔

"شکریہ۔"

کرنل نے مختصراً کہا۔

"آپ نے اس بات کا کچھ نہ کچھ اندازہ لگایا ہوگا کہ آخر روح کا خالق چاہتا کیا ہے؟" اس بار ڈی ایس پی سٹی ڈلیوزا نے پوچھا۔ تخاطب فریدی ہی سے تھا۔

"جی نہیں۔"

"پھر اس ہنگامہ آرائی اور خطرناک شعبدہ بازی سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

اس کا جواب میں آپ کو روح کے خالق سے پوچھ کر ہی بتاؤں گا۔ مسٹر ڈی سوزا۔"

فریدی نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

ڈلیوزا صرف کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔

"میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ہمیں اپنے کام کی ابتدا کراؤن بار سے کرنی چاہئے۔ جو اب تک تین خطرناک حادثوں کو جنم دے چکا ہے۔ ہوم منسٹر نے کہا۔

"میں اس خیال سے متفق ہوں جناب۔"

آئی جی بولا

کراؤن بار میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور موجود ہے جو روح کے خالق کے لئے کام کر رہی ہے۔"

"آپ کی کیا تجویز ہے مسٹر فریدی۔"

ڈلیوزا نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے جناب کہ میں اس کیس میں آپ لوگوں کا ہاتھ نہ بٹا سکوں گا۔"

زیدی سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا مطلب۔؟"

کرنل اسمتھ نے کرسی پر آگے کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ دنوں تک میں مکمل آرام کرنا چاہتا ہوں۔ جمید کی موت نے میرے ذہن پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے جس کو فوری طور پر ختم کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"اوہ۔"

اسمتھ نے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔

"میرا اپنا مشورہ بھی یہی ہے۔ کہ تمہیں کچھ عرصے تک آرام کی ضرورت ہے۔"

ہوم منسٹر نیازی نے کہا۔

جہاں تک روح کے خالق کے کیس فائل کا تعلق ہے۔ اس کی نقل دوسرے افسران کو دی جا سکتی ہے۔ تاکہ ہم کوئی لائن آف ایکشن (LINE OF ACTION) کر کے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔

"کرنل فریدی۔"

دفعتاً اسمتھ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ کیا آپ نے موجودہ کیس میں ڈاکٹر رحمان کو چیک کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ڈاکٹر رحمان۔" جی نہیں۔" فریدی نے بیزاری سے کہا۔

ہوم منسٹر چونکے۔! کیوں۔ کیا ڈاکٹر رحمان۔۔۔۔۔"

"پھر شاید آپ کو علم بھی نہ ہوگا۔! ۔۔ دراصل ڈاکٹر رحمان اور پروفیسر سنگری کے درمیان خاصے گہرے تعلقات تھے۔" اسمتھ نے کہا۔

"پروفیسر سنگری بھی غالباً روح کے اوپر ریسرچ کر رہا تھا۔"

آئی جی نے کہا۔

"جی ہاں ۔۔" اسمتھ نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر نے پروفیسر سنگری کے ریسرچ سے کچھ افادہ حاصل کر لیا ہو۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ روح کے خالق کا پارٹ بھی ڈاکٹر رحمان ادا کر رہا ہے۔"

ہوم منسٹر نے پوچھا۔

صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی ممکن ہے جناب کہ سنگری کی موت میں بھی اسی کا ہاتھ رہا ہو۔"

"گڈ۔"

ڈیسوزا نے اپنی ٹانگ اڑاتے ہوئے تجویز پیش کی۔

"اگر ہم فوری طور پر ڈاکٹر کو حراست میں لے لیں تو ممکن ہے تمام راز کا حل نکل آئے۔"

"ڈاکٹر کو حراست میں لینا اتنا آسان نہ ہوگا۔ مسٹر ڈی سوزا۔ جتنا آپ نے فوری طور پر سوچ لیا ہے۔"

اسمتھ نے تلخ لہجے میں کہا۔

ہمیں اس کے لئے ٹھوس ثبوت درکار ہوں گے۔"

"میرا مقصد بھی ثبوت مہیا کرنے سے ہی تھا۔"

ڈیسوزا نے جلدی سے بات بنا دی۔ اور اس کے لئے ہمیں اس کے سائے کی بھی نگرانی کرنی ہوگی۔

فریدی ابھی تک خاموش تماشائی بنا بیٹھا تھا جس بات پر یہ لوگ بحث کر رہے تھے وہ ان حالات کو پہلے ہی چیک کر چکا تھا۔ ڈاکٹر کی ملاقات کے بعد سے ڈاکٹر اپنی قیام گاہ سے لاپتہ ہو گیا تھا۔ بلیک فورس اس کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ مگر ابھی تک کامیابی

نہیں ہوئی تھی۔

"ڈاکٹر کے تعلقات چونکہ اونچے حلقے میں بھی خاصے وسیع ہیں اس لئے ہمیں بہت محتاط رہ کر کوئی نتیجہ اخذ کرنا ہوگا"

اسمتھ نے کہا۔ پھر وہ کچھ اور بھی کہنا چاہ رہا تھا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور ہوم منسٹر نے ریسیور اٹھالیا۔

آنے والی کال لازمی طور پر کوئی خاص اہمیت رکھتی تھی۔ ورنہ دوسری صورت میں آپریٹر اسے کبھی کانفرنس روم سے نہیں ملاتا۔ اس سلسلے میں اسے ہوم کی طرف سے بڑے سخت احکامات تھے"

"کوئی خاص کال۔"

"جی ہاں جناب" دوسری طرف سے آپریٹر نے کہا۔ کوئی صاحب کرنل فریدی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں"

"نام کیا ہے۔؟"

"میں نے پوچھا تھا جناب۔ لیکن جواب میں صرف یہی کہا گیا کہ 'کال بے حد اہم اور خفیہ ہے۔' فون کرنے والے نے ایک ایک لمحہ قیمتی بتایا ہے۔"

"لائن ہولڈ کرو۔"

ہوم منسٹر نے کہا۔

پھر فریدی سے بولا۔

"آپ کی کوئی اہم کال ہے۔"

"فریدی نے آگے بڑھ کر ریسیور لے لیا۔

"ہیلو۔! فریدی اسپیکنگ"

"اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں سرخاور بول رہا ہوں فریدی"

دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا تم اسوقت کانفرنس میں بہت زیادہ مصروف ہو۔"

"جی نہیں۔! کوئی حکم میرے لائق"

"ہاں۔ دس منٹ کے اندر اندر یہاں پہونچنے کی کوشش کرو۔"

سرخاور کی مدھم آواز سنائی دی۔ "کانفرنس میں میرا تذکرہ مت کرنا"

اسکے ساتھ ہی لائن کاٹ دی گئی۔

"میں اپنی غیر موجودگی کی معافی چاہتا ہوں۔"

فریدی نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"پولیس سرجن کی کال تھی۔ جنگ بہادر کی حالت نازک ہے۔"

پھر ہوم منسٹر سے اجازت طلب کرکے وہ تیزی سے باہر آگیا۔

دو منٹ بعد ہی اس کی گاڑی تیزی سے پارک لین جانے والی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔"!

[redacted]

سرخاور نے فریدی کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر ہی لپک کر اس کا خیر مقدم کیا تھا۔

"آؤ ـــــ" میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"مجھے یہاں پہونچنے میں صرف دس منٹ لگے ہیں۔"

فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

پھر وہ سرخاور کے ساتھ اس کے ڈرائنگ روم میں آگیا جس کے تمام دروازوں کو بند کر کے ان کے دبیز پردے کھینچ دیا۔

فریدی بغور اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔

"میں اگر چاہتا تو براہ راست نیازی سے بھی مدد لے سکتا تھا۔ کرنل اسمتھ میرے اشارے پر جان دینے کو تیار ہو سکتا ہے لیکن..."

سرخاور کچھ کہتے کہتے رکا پھر بولا۔

"روح کے خالق والے کیس کا فائل غالباً تم ہی ڈیل کر رہے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"میں نے اسی سلسلے میں تمہیں تکلیف دی ہے۔"

"میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ جناب۔"

فریدی نے سعادتمندانہ لہجے میں کہا۔

سرخاور اس کے والد کے جاننے والوں میں سے تھا۔ اس لئے فریدی ہمیشہ اس کی عزت کرتا تھا۔

"اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا تو میں اپنے فرشتوں سے بھی یہ راز پوشیدہ رکھتا۔ جو اس وقت تم کو بتلانے جا رہا ہوں۔"

"حالانکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے میں مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

لیکن اس کے باوجود میں تمہیں اپنی تمام الجھنوں سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ تم مجھے کوئی بہتر مشورہ دے سکو۔"

فریدی خاموشی سے بیٹھا رہا

اب تک میں پروفیسر ہنگری والے واقعہ کو کسی دوسرے ہی نکتہ نظر سے دیکھ رہا تھا لیکن اب ـــ"

سرخاور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"روح کے خالق سے ملنے کے بعد سے میری عقل بھی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔

"جی۔" فریدی نے تعجب سے پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"گھبراؤ نہیں۔" میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔"

سرخاور نے اپنے لئے ایک سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

پھر دو چار طویل کش لینے کے بعد اس نے وہ تمام روداد سنادی جو اس پر اغوا ہونے کے بعد سے اب تک گزری تھی۔

فریدی حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"وہ حقیقتاً لامحدود طاقتوں کا مالک ہے۔"

سرخاور نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میں اس معاملے کو حکومت کے سامنے کس طرح پیش کروں گا۔"

"کیا کیپٹن شریف یہاں موجود ہے۔"

فریدی نے پوچھا۔

"ہاں۔! اور تمہیں شاید یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی.......... میں نے اسے فی الحال بہانہ سازی کر کے یہاں چھپا رکھا ہے۔ لیکن آخر کب تک۔! پندرہ دن کی مہلت میں آخر کیا کر سکتا ہوں۔"

"آپ نے کوئی نہ کوئی رائے تو ضرور قائم کی ہوگی۔"

"نہیں۔! لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"کیا آپ مجھے روح کے خالق کا حلیہ بتا سکیں گے۔"

دفعتاً فریدی نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کیوں نہیں۔" میں نے اس کی ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لیا ہے۔

سرخاور نے کہا۔ پھر وہ حلیہ بیان کرنے لگا۔!

فریدی ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"واپسی کے وقت بھی مجھے بیہوش کر دیا گیا تھا۔ ورنہ اس بات کا اندازہ کم از کم ہو جاتا کہ مجرموں کا اڈہ اس مقام سے کتنا دور ہے۔"

"کیپٹن شریف کا خود اپنے متعلق کیا خیال ہے۔"

"کچھ بھی نہیں۔! ابھی تک وہ خود کو زندہ سمجھ رہا ہے۔ لیکن کبھی کبھی باتیں کرتے ہوئے وہ اس طرح کھو جاتا ہے۔ جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"اپنی موت سے قبل کیا کیپٹن شریف کوئی اہم کیس ڈیل کر رہا تھا۔"

فریدی نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" پروفیسر سنگری کی پراسرار گمشدگی والا فائل اسی کے پاس تھا۔"

"اوہ۔"

فریدی چونک اٹھا۔

"کیا میں کیپٹن شریف سے مل سکتا ہوں۔"

"یقیناً ـــــ لیکن تم اس سے کوئی ایسا سوال نہیں کرو گے۔ جس سے اسے اپنی دوسری زندگی......"

"میں اس کی اہمیت سمجھتا ہوں جناب۔"

فریدی نے تیزی سے کہا۔

سرخاور نے سگار کے دو چار کش جلدی جلدی لئے پھر لمبے قدم بڑھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

دو منٹ بعد جب اس کی واپسی ہوئی تو کیپٹن شریف بھی اس کے ساتھ تھا۔

"ہیلو کرنل۔"

کیپٹن نے فریدی کو دیکھتے ہوئے گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔

"ہاؤڈو یو۔"

"فائن —"

فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"میں اس وقت تم سے ایک خاص سلسلے میں ملنے آیا ہوں۔"

"میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ لیکن —" کیپٹن شریف نے سرخاور کی طرف دیکھ کر جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"فریدی میری اولاد کی برابر ہے کیپٹن"

سرخاور نے کہا۔

"تم ان کے سوالات کا جواب دے سکتے ہو۔"

"فرمایئے۔"

کیپٹن شریف بڑھ کر ایک قریبی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"پروفیسر ہنگری کا کیس فائل آجکل میرے پاس ہے اور میں —"

"سمجھ گیا کرنل —"

شریف نے جلدی سے کہا۔

"آپ اس فائل کے متعلق میری معلومات جاننا چاہتے ہیں۔ کیوں۔؟"

"جی ہاں۔"

فریدی نے براہ راست کیپٹن کی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے مجھے کسی قابل سمجھا"

شریف نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

پروفیسر ہنگری کے بارے میں میں نے بمشکل چار پانچ روز تک چھان بین کی تھی اس عرصے میں میرا ذاتی خیال یہی تھا کہ پروفیسر کی گمشدگی کسی بہت ہی اہم مقصد کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔"

"آپ نے پروفیسر کے دوستوں کو بھی ضرور چیک کیا ہوگا۔

"قدرتی بات ہے۔!...... چار روز کے اندر اندر میں نے پروفیسر کے تقریباً چھ گہرے واقف کاروں کا بیان لیا تھا۔ لیکن ان سب میں سے مجھے ایک ہی پر شبہ تھا۔

"شبہ سے آپ کی کیا مراد ہے"

"یہی کہ پروفیسر کی گمشدگی کے بارے میں کسی نہ کسی طرح اس کی شرارت رہی ہوگی۔"

"کیا میں اس کا نام جان سکتا ہوں۔"

"اس کا نام —"

کیپٹن شریف نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اچانک اس کی آواز حلق میں جیسے پھنس کر رہ گئی تھی۔؟

"کیا بات ہے کیپٹن۔؟"

خاور نے تیزی سے پوچھا۔

"تم کچھ بے چینی محسوس کر رہے ہو۔"

"لیکن جواب دینے کے بجائے کیپٹن شریف آنکھیں بند کئے اس طرح اپنے گلے کو سہلا رہا تھا جیسے کسی تکلیف میں مبتلا ہو۔" فریدی اسے بڑی دوربین نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"کیپٹن شریف —!"

سرخاور نے کمرے کے گہرے سکوت سے تنگ آتے ہوئے قدرے اونچی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"اس بار کیپٹن نے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں

فریدی نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا تھا کہ آنکھ کھولتے ہی شریف نے سرخاور کو کچھ عجیب نگاہوں سے دیکھا تھا۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس وقت اس کی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"خیریت تو ہے کیپٹن! — تم کیا سوچ رہے......." لیکن سرخاور اپنا جملہ پورا نہ کر سکے۔ خود فریدی کو بھی کیپٹن شریف کی اس اچانک پھرتی پر حیرت ہوئی تھی۔

جس نے بڑی تیزی سے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا — اور اب وہ اپنی جگہ کھڑا کھا جانے والی نگاہوں سے سرخاور کو گھور رہا تھا۔

"تم نے کیپٹن کہہ کر میری توہین کی سرخاور"

شریف نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں روح کے خالق کا نمائندہ ہوں۔ روح کا خالق جو عظیم طاقتوں کا مالک ہے۔"

"کیا۔؟"

سرخاور اچھل پڑا۔

فریدی کا ہاتھ آہستہ آہستہ اپنی جیب کی طرف رینگ رہا تھا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا۔

کیپٹن شریف کے ریوالور سے یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے۔ اور سرخاور خون میں لت پت ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے۔

"ہاہاہا... ہاہاہا..... بے وقوف۔؟"

کیپٹن شریف نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"روح کے خالق کے ساتھ فریب کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔"

فریدی اس اچانک حادثے سے ایک لمحے کیلئے بوکھلا گیا تھا۔

لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس نے کیپٹن شریف پر چھلانگ لگا دی اور اسے فرش پر دور تک رگیدتا چلا گیا۔

کیپٹن شریف کے ریوالور سے دو فائر ہوئے لیکن نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ اور پھر اسے قابو کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ دو چار فرمائشی ہاتھوں نے ہی کیپٹن شریف کو بیہوش کر دیا تھا۔

شریف سے فارغ ہو کر فریدی تیزی سے سرخاور کی جانب لپکا۔ لیکن اس کا جسم سرد ہو چکا تھا۔

فریدی نے فرش پر اکڑوں بیٹھ کر سرخاور کی دہشت زدہ پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کر دیا۔ پھر اٹھ کر فون کے قریب آیا۔ اور ریسیور اٹھا کر قریبی تھانے کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

[redacted]

شام کو شائع ہونے والے بیشتر اخبارات نے کیپٹن شریف کی دوبارہ زندگی اور سرخاور کی موت کی سرخیاں بڑے واضح انداز میں شائع کی تھیں۔

"کرائم گزٹ" دوسرے اخبارات سے ایک قدم آگے نکل گیا۔ اس نے سرخاور کی موت کے ساتھ ہی کیپٹن حمید کے قتل کا بھی واقعہ لکھ مارا تھا۔ اور محکمہ سراغرسانی کے چیف آفیسر کرنل فریدی پر بھی پھبتیاں کسی تھیں۔

عوام میں اخبارات کے بازار میں آتے ہی خوف و ہراس پھیل گیا۔

ہر طرف کیپٹن شریف کی دوبارہ زندگی پر چرچے ہو رہے تھے۔!

خان ڈیوڈ بھی اس وقت رین لو کے ڈائننگ ہال میں بیٹھا کرائم گزٹ کے مطالعہ میں مصروف تھا۔

جب کہ ایک ویٹر نے اس کے قریب آکر نہایت مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"آپ کی کال ہے جناب۔"

"کہاں؟" ڈیوڈ نے بڑی لاپرواہی سے اپنی مصنوعی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا

"مینیجر کے کمرے میں۔"

"اس بار ڈیوڈ جواب دینے کے بجائے سیدھا مینیجر کے کمرے کی جانب بڑھتا چلا گیا
سب توقع دوسری طرف سے بولنے والی میڈم شہناز ہی ثابت ہوئی تھی۔

"تم نے شام کے اخبارات کا معائنہ حالانکہ کر ہی لیا ہوگا۔"

"ہاں۔ کوئی خاص بات۔"

ڈیوڈ نے اس طرح کہا جیسے اخباروں کی سرخیاں اس کے لئے کچھ زیادہ سنسنی خیز ثابت نہیں ہوئی تھیں۔

"میرا ارشارہ سرخاور کی موت کی طرف تھا۔"

میڈم شہناز کی آواز ریسیور میں ابھری۔

"تم نے شاید ابھی اخبارات کا۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

خان ڈیوڈ نے تیزی سے کہا۔

پھر رین لو کے مینیجر کی طرف جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور اپنے کام میں مصروف تھا کنکھیوں سے دیکھا۔ اور کہنے لگا۔

"مصروفیت کی وجہ سے میں اس وقت کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

"مینیجر شاید ابھی تک وہاں موجود ہے۔"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔" تم سیدھے اپنے کمرے میں پہنچو۔ باس کئی بار تمہیں میٹ پر کال کر چکا ہے۔"

"شکریہ۔! خان نے ریسیور رکھتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔ پھر اٹھ

قدموں منیجر کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ لیکن اس بار وہ ڈرائنگ روم میں رکنے کے بجائے سیدھا رہائشی کمروں کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ہی وہ اپنے کمرے میں بیٹھا مخصوص پاور کے ننھے ٹرانسمیٹر پر دوسری طرف سے سگنل موصول کر رہا تھا۔!"

"ہیلو!۔ ہیلو۔! پروفیسر۔ کم آن دی لائن۔! اٹ از تھری نائنٹی نائن کالنگ یو۔"

"ہیلو۔" خان ڈیوڈ نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"پروفیسر خان آن دی لائن باس۔!۔ اوور۔"

"خان ڈیوڈ۔"

اس بار دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔"

"کیا شہناز نے تمہیں فریدی کے متعلق کوئی ہدایت نہیں دی تھی — — اوور۔"

"دی تھی باس۔"

خان نے جلدی سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا:

"لیکن میں مصروفیت کی وجہ سے آپ کو رپورٹ پیش نہیں کر سکا — اوور۔"

"تفصیل بیان کرو۔ اوور۔"

"میں آپ کی ہدایت ملتے ہی فریدی کے پیچھے لگ گیا تھا باس!" خان نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

"ٹھیک ساڑھے دس بجے تک وہ دوسرے افسران کے ساتھ ہوم منسٹر کے کانفرنس روم میں موجود تھا۔ اس کے بعد وہ تنہا باہر نکلا تھا۔ تعاقب کا سلسلہ

دوبارہ شروع کر دیا۔ لیکن اس وقت مجھے بھی حیرت ہوئی تھی باس جب میں نے فریدی کو سر خاور کی رہائش گاہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔! میں رہائش گاہ کے باہر منڈلا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد اندر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے بعد میں نے فریدی کو باہر لان میں ٹہلتے دیکھا تھا۔ شاید اسے پولیس کا انتظار رہا ہو۔ اوور۔"

"بیان جاری رکھو۔ اوور۔"

دوسری طرف سے روح کے خالق نے غراتے ہوئے کہا۔

"ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ اس ذلیل سراغرساں کو وہیں لان میں ٹھنڈا کر دوں۔ لیکن آپ کی ہدایت کے بغیر میرے لئے ممکن نہ تھا۔"

خان ڈیوڈ نے خشک لہجے میں کہا۔

"پولیس کی ایمبولینس آنے کے بعد ہی میں وہاں سے ہٹا تھا باس۔ — اوور۔"

"ہم!۔ کیا تمہیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ فائر سر خاور پر ہی کئے گئے تھے۔؟ اوور۔"

"اس کا اندازہ مجھے سر خاور کی لاش دیکھنے کے بعد ہوا تھا۔ باس۔"

خان نے جلدی سے جواب دیا۔

"پولیس ایمبولینس صرف سر خاور کی لاش لے کر روانہ ہو گئی تھی۔! کیپٹن شریف باہر نہیں نکلا تھا۔ اوور۔"

"اور اس کے بعد سے اب تک تم مصروف رہے۔ کیوں خان ڈیوڈ

— اوور ۔"

اس بار سرد لہجے میں پوچھا گیا۔

"میں نے اپنا وقت برباد نہیں کیا۔

خان بولا۔

سرخاور کی رہائش گاہ سے میں سیدھا کراؤن بار گیا تھا۔ تاکہ میڈم کو حالات سے آگاہ کر دوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اس غلطی کو تسلیم کرتا ہوں باس کہ فوری طور پر اپنے ٹرانسمیٹر کو استعمال کرنا بھول گیا۔ لیکن یہ بھی اچھا ہی ہوا۔ اس طرح فریدی کا خفیہ ایجنٹ میری نظر میں آگیا۔ اوور ۔"

"بکتے رہو۔ میں سن رہا ہوں ۔"

"میرا اشارہ بلیک فورس کے شامی کی طرف ہے۔ جو کراؤن بار کے گرد منڈلا رہا تھا۔"

خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ اس بار بھی فریدی کے لئے خفیہ طور پر کام کر رہا ہے۔"

"تمہاری اطلاع میرے لئے کارآمد ہے۔ خان ڈیوڈ۔"

اس بار دوسری طرف سے سرد آواز میں کہا گیا۔

"اب مجھے فریدی کے لئے بھی کچھ کرنا ہوگا۔ اوور ۔"

"اگر اجازت ہو تو میں آج ہی ختم کر دوں ۔ اوور ۔"

"نہیں! ۔ آج رات ٹھیک بارہ بجے تم شامی کو اغوا کر ساحلی علاقے میں دلاور خاں کے مکان پر پہونچو گے ۔ فریدی کیلئے میں شامی کا تحفہ نئے انداز میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔"

"اوور اینڈ آل ۔"

دوسری طرف سے سگنل موصول ہونے چونکہ بند ہو گئے تھے ۔ اس لئے خان نے جلدی جلدی ٹرانسمیٹر کے تار علیحدہ کئے ۔

پھر دوبارہ ڈائننگ ہال میں آگیا ۔

اس کے چہرے پر سنجیدگی کے اثرات پھیلے ہوئے تھے ۔

ہال میں اس وقت بھی نیم برہنہ لڑکیاں حاضرین کی دل جوئی کی غرض سے انگریزی دھن پر اپنے جسم کو حرکت دے رہی تھیں ۔

وہ جس ٹیبل پر جاکر گرتیں وہ نوجوان ایک ہلکی سی سسکاری بھر کر رہ جاتا ۔

خان ڈیوڈ نے ہال میں پہنچکر چاروں طرف غور سے دیکھا ۔ اور پھر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا اپنی میز پر جا بیٹھا ۔

سر خاور کی موت اور کیپٹن شریف کے معاملے نے اونچے حلقے میں ایک بار پھر بے چینی کی لہر دوڑا دی تھی۔

چنانچہ اس وقت بھی ہوم منسٹر کی رہائش گاہ پر فریدی اور آئی جی موجود تھے۔!

کیپٹن شریف تھا جس نے سر خاور کی موت کے بعد سے بالکل چپ سادھ لی تھی۔

"کیپٹن شریف ۔ !"

ایک بار پھر فریدی نے کرخت لہجے میں مخاطب کیا۔

"اگر تم سیدھی طرح زبان کھولنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم تمہارے ساتھ سختی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"ویسے اگر تم نے صاف گوئی سے کام لیا تو ہم تمہیں بطور سلطانی گواہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔" آئی جی نے اسے تسلی دی۔"

"سلطانی گواہ ۔"

کیپٹن شریف نے پہلی بار تعجب سے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھ سکا جناب کہ آپ کس معاملے میں مجھے سلطانی گواہ پیش کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

"کیا مطلب ۔ ؟"

ہوم منسٹر نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"کیا اب تم اس بات سے بھی انکار کر دو گے کہ تم سر خاور کو ۔"

"یہ سراسر بہتان ہے جناب ۔"

شریف جھلا گیا۔

سر خاور کی موت کی اطلاع مجھے کرنل فریدی خان نے دی تھی۔"

"اور کیا تم اس وقت سر خاور کی لاش کے قریب نہیں تھے ۔"

فریدی خان نے پوچھا۔

"میں انکار نہیں کرتا! ــــ لیکن میری موجودگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے ہی سر خاور کو گولی ماری تھی۔"

"کیپٹن ــ !"

اچانک ہوم منسٹر کا لہجہ سخت ہو گیا۔"

"ہم تمہیں بڑی اذیت ناک سزا دے کر زبان کھولنے پر مجبور کر سکتے ہیں ۔"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے جناب ۔"

شریف نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"تین افسران کی موجودگی مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ظاہر ہے جناب کے موقع واردات پر کرنل فریدی بھی میرے ساتھ موجود تھے۔"

شریف نے مضمحل انداز میں کہا۔

"کرنل کا بیان ہی مجھے مجرم ثابت کرنے کے لئے کافی ثابت ہو گا۔"

فریدی کی نگاہیں بدستور کیپٹن شریف کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

لیکن کوشش کے باوجود وہ اس کی باتوں کو اداکارانہ صلاحیتوں پر محمول کرنے سے قاصر رہی تھیں

"کیپٹن شریف۔"

دفعتاً فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے نرم آواز میں اسے مخاطب کیا تھا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو وہ کون سے حالات تھے جنکے تحت تم سر خاور کے یہاں مقیم تھے۔"

"ہاں۔!

سر خاور نے مجھ سے یہی کہا تھا۔ کہ کچھ جرائم پیشہ افراد میرے پیچھے پڑے گئے۔"

"اس کی کوئی وجہ بھی ضرور بتائی ہو گی۔"

"ہاں۔! سر خاور کے بیان کے مطابق کچھ نامعلوم افراد یہ نہیں چاہتے

تھے کہ میں پروفیسر ہنگری کی گمشدگی والی کیس فائل پر کام کروں۔"

"سر خاور کے یہاں تم کتنے دنوں سے مقیم تھے۔"

"ان کی موت سے تقریباً بارہ گھنٹے قبل سے۔"

"اور کیا تم یہ بھی بتا سکتے ہو کہ سر خاور کی رہائش گاہ تک تم کس طرح پہنچے تھے۔"

"جی ۔"

کیپٹن شریف اس سوال پر اس طرح چونکا جیسے کچی نیند سے اچانک جاگ گیا ہو۔

"مجھے نہیں معلوم چیف کہ وہاں تک میں کس طرح پہنچا تھا۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔"

ہوم منسٹر گرجدار آواز میں بولا۔

پھر شاید وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا۔ لیکن فریدی نے اشارے سے منع کر دیا۔

"کیپٹن شریف۔! میں اپنے ذاتی اختیار سے تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت اور دیتا ہوں۔"

فریدی نے بدستور نرم آواز میں کہا۔

"سوچنے کی کوشش کرو کہ سر خاور تمہیں کن حالات میں اپنی قیام گاہ تک لائے تھے۔"

پھر اس کے بعد کیپٹن شریف کو ایک ڈی۔ ایس۔ پی کی نگرانی میں حوالات کے لئے روانہ کر دیا گیا۔

آئی جی کے علاوہ ہوم منسٹر کے چہرے پر بھی اس وقت الجھن کے اثرات

موجود تھے۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب۔" پھر فریدی نے کچھ رک کر کہا۔

"میرا خیال ہے اسے حقیقتاً حالات کا علم نہیں ہے۔"

"کیا۔!"

ہوم منسٹر نے کچھ ایسی ہی نظروں سے فریدی کو گھورا تھا۔ جیسے اسے فریدی کی صحیح الدماغی پر شبہ رہا ہو۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"مطلب بالکل صاف ہے محترم۔"

فریدی سنجیدگی سے بولا۔

"جو شخص اتنی طاقت رکھتا ہو کہ مردہ جسم میں دوبارہ روح کا داخلہ ممکن بنا سکے وہ کیپٹن شریف کے ذہن سے اس خونی واقعہ کی تفصیل بھی حرف غلط کی طرح مٹا سکتا ہے۔"

"گویا یہ فیصلہ تم نے اس کی معصومانہ گفتگو کے تحت کیا ہے۔"

"جی ہاں۔! اور مجھے یقین ہے کہ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوگا۔"

"لیکن یہ کیا ضروری تھا۔" ہوم منسٹر نے ایک لمحے فریدی کو غور سے دیکھا۔

اور پھر انہوں نے جرح کی۔

"مجرم اگر چاہتا تو روح کو دوبارہ کیپٹن شریف کے جسم سے باہر نکلنے کا حکم دے سکتا تھا۔"

"آپ کا خیال درست ہے جناب۔"

فریدی بولا۔

"لیکن ایسی صورت میں غالباً مجرم ہماری موجودہ جھلاہٹ اور پریشانیوں

سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا۔"

"بہر حال۔"

ہوم منسٹر نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا فیصلہ ہے۔"

"فیصلہ۔" دفعتاً فریدی کے چہرے پر کرختگی کے اثرات نمایاں ہو گئے۔

"میں آپ سے صرف دو روز کی مہلت اور چاہتا ہوں جناب۔ اس کے بعد بھی اگر ناکامی ہوئی تو میں اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔"

"یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب کہ میں تمہارے استعفیٰ کو منظور کروں۔"

"موجودہ سچویشن میں مجھے آپ کی طرف سے مخصوص اجازت نامہ کی ضرورت بھی ہوگی۔"

فریدی نے ہوم منسٹر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے اب مجھے بغیر ثبوت پیش کئے کچھ افراد کو گرفتار کرنا پڑے۔"

"میری طرف سے تمہیں کھلی اجازت ہے۔"

ہوم منسٹر نے تیزی سے کہا۔

"اجازت نامہ تمہیں صبح تک مل جائے گا۔"

"لیکن آپ نے لائن آف ایکشن کیا سوچی ہے۔"

آئی جی نے سوال کیا۔

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔ لیکن صبح تک میں کسی نہ کسی نتیجے پر پہونچنے کی کوشش

کر دوں گا۔"

آئی جی کو بھی چونکہ فریدی کی عادت بخوبی معلوم تھی کہ وہ قبل از وقت کسی راز کو بتانے کا عادی نہیں ہے۔ اس لئے دوبارہ اس نے اس ٹاپک پر کوئی سوال کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"جنگ بہادر کا اب کیا حال ہے۔"

ہوم منسٹر نے پوچھا۔

"کوئی نمایاں تبدیلی پیش نہیں آئی۔ ویسے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اپنی میموری (MEMORY) پر واپس پا رہا ہے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ مزید کوئی بات ہوتی گول میز پر رکھا ہوا فون چیخ اٹھا۔ کال ہوم منسٹر نے ریسیو کی تھی۔ لیکن بعد میں ریسیور فریدی کی طرف بڑھا دیا گیا۔

"تمہاری کال ہے۔"

"ہیلو! - فریدی اسپیکنگ۔"

"میں شامی بول رہا ہوں جناب۔"

دوسری طرف سے شامی کی آواز ابھری۔

مخل ہونے کی معافی چاہتا ہوں جناب۔ لیکن معاملہ اہم تھا۔ اس لئے ...."

"کوئی خاص بات۔"

"جی ہاں۔ مجھے کسی نامعلوم شخصیت کی طرف سے آج رات گیارہ بجے پرانے قبرستان میں آنے کی دعوت دی گئی ہے۔"

"وجہ نہیں بتائی گئی۔"

اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ مجھے روح کے خالق کے بارے میں

کچھ خاص انفارمیشن دینا چاہتا ہے۔"

شامی نے کہا۔

"میں کسی خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں جناب ـــ!"

"تم اس وقت کہاں سے فون کر رہے ہو۔"

فریدی نے پوچھا۔

"اپنے فلیٹ سے ـــ کیوں۔؟"

وہیں ٹھہرو ـــ میں دس پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

فریدی نے کہا۔ اور اپنی دستی گھڑی دیکھی جو پورے ساڑھے نو کا اعلان کر رہی تھی۔

پھر ریسیور رکھ کر اس نے تفصیل ہوم منسٹر کے سامنے بیان کر دی۔!

ممکن ہے شامی کا خدشہ درست ہو۔"

آئی جی نے کہا۔

آپ چاہیں تو میں پولیس کی بھاری کمک پرانے قبرستان کے گرد پھیلا دوں۔"

"اگر اس کی ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو دوبارہ فون کر لوں گا۔"

فریدی نے کہا۔

پھر وہ ہوم منسٹر سے اجازت طلب کرتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا ایک منٹ بعد ہی اس کی اسپورٹنگ کار شامی کی قیام گاہ کی جانب فراٹے بھر رہی تھی۔

شامی نے پرانے قبرستان کے مغربی پھاٹک پر پہنچکر دستی گھڑی دیکھی۔

گیارہ بجنے میں ابھی دو منٹ کا وقفہ باقی تھا۔

موٹر سائیکل کی لائٹس بند کر کے اس نے جیب سے سگریٹ نکالا اور اسے جلاکر لمبے لمبے کش لینے لگا۔"

چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ تاریکی میں کھڑے لاتعداد درخت بے حد ڈراؤنے اور خطرناک منظر پیش کر رہے تھے۔ لیکن شامی قطعی خوفزدہ نہیں تھا۔!

اسے یقین تھا کہ فریدی اور اس کی تمام فورس کے افراد کہیں نزدیک ہی کسی درخت پر بیٹھے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ اگر اس بات کا سہارا نہ ہوتا تو شاید شامی کے فرشتے بھی رات کے اس حصے میں پرانے قبرستان کا رخ نہ کرتے۔؟

تقریباً ایک ڈیڑھ منٹ تک وہ موٹر سائیکل کے قریب ہی کھڑا اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھتا رہا

پھر جب اس کی نگاہیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہوگئیں۔ تو وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اس کچی منڈیر کی طرف بڑھنے لگا جو قبرستان کی حدبندی کرتی تھی۔!

فریدی کے اطمینان دلانے کے باوجود شامی کا دل اس وقت بھی دھڑک رہا تھا۔

اسے فوری طور پر اس بات کا خیال آیا تھا کہ ممکن ہے اندھیرے سے سنسناتی ہوئی گولی آکر اس کا خاتمہ کر دے۔! یہی کیا ضروری تھا کہ مجرم کے خلاف مخبری کرنے والا اپنے الفاظ پر قائم رہے۔!

پھر شامی ہی کیوں۔؟........ وہ چاہتا تو کسی پولیس کے اعلیٰ آفیسر تک بھی رسائی حاصل کر سکتا تھا۔!

اچانک شامی کو کسی آنے والے خطرے کا احساس ہوا۔ اور اس کی گرفت جیب میں پڑے اعشاریہ تین آٹھ کے ریوالور پر مضبوط ہوگئی! کسی فوری خیال کے تحت اس نے دوبارہ موٹر سائیکل کی جانب قدم اٹھایا تھا۔ لیکن پھر وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔

"مجھے یقین تھا دوست کہ تم ضرور آؤگے۔"

قریب ہی سے کسی مرد کی بھاری آواز گونجی۔

"کہاں ہو تم؟"

شامی نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں۔ لیکن سامنے اسی وقت آؤں گا جب

تم اپنا سیدھا ہاتھ جیب سے باہر نکال لوگے ۔"

" میں دوستانہ فضا میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔ مسٹر شامی "

وہی بھاری آواز ابھری ۔

" اگر میری نیت میں خرابی ہوتی تو اسی وقت تم کو ٹھنڈا کر دیتا جب تم نے موٹر سائیکل روکی تھی " ویسے اس وقت بھی تم میرے رحم و کرم پر ہو "

شامی نے فوری طور پر اپنا ہاتھ جیب سے باہر نکال لیا

" تم غالباً یہاں تنہا ہی آئے ہو " کیوں ۔ ؟"

بھاری آواز اس وقت بالکل شامی کی پشت سے ابھری ۔ !

" نہیں ۔"

شامی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا ۔

میرے ساتھ ایک لوٹ یک بھی ہے ۔ جسمیں تم سے حاصل کی ہوئی تمام معلومات لوٹ کروں گا ۔"

تاریکی کے باوجود شامی نے اپنے مقابل کا بغور جائزہ لیا تھا ۔ جو اس وقت سیاہ رنگ کے سوٹ میں تھا ۔ چہرے پر گھنی داڑھی اور مونچھ نے اس کی شخصیت کو ماحول کے لیے بھیانک ماحول میں کچھ زیادہ ہی خوفناک بنا رکھا تھا ۔

" آدمی دلچسپ معلوم ہوتے ہو ۔"

نووارد بولا ۔ لیکن ہمیں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے ۔ ابھی ہم دونوں کو تھوڑی مسافت اور طے کرنی ہے "

" کیا مطلب ۔ ؟"

شامی نے مشتبہ انداز میں پوچھا ۔

" تمہیں میرے ساتھ ساحلی علاقے تک چلنا ہوگا ۔" جہاں میں روح

کے خالق کے متعلق بہت کچھ ثبوت فراہم کر سکوں گا ۔"

" اوہ ۔ لیکن ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا دوست کہ تم کون ہو اور روح کے خالق کے متعلق تمہیں کن ذرائع سے معلومات حاصل ہوئی ہیں "

" میں ۔"

نووارد سنجیدگی سے بولا ۔ تمہیں شاید یقین نہیں آئے گا مسٹر شامی کہ میں وہی ہستی ہوں جس نے فریدی کے ایک اہم آدمی کا خاتمہ کیا تھا ۔ لیکن اس کے عوض جانتے ہو کیا ملا مجھے ۔ ؟ روح کا خالق مجھے بھی دھوکے سے ختم کرنا چاہتا ہے ۔ صرف اس لئے کہ اگر میں فریدی کے ہاتھ آ گیا تو پھر روح کے خالق کا تمام راز اگل دوں گا "

" کون ہو ۔ خان ڈیوڈ ۔" شامی نے تعجب سے نووارد کو گھورتے ہوئے پوچھا ۔

" ہاں بگ خان ڈیوڈ ! .... وہی خان ڈیوڈ جس کی بدولت روح کا خالق آج اس مرتبے تک پہنچا ہے لیکن اب ۔"

اچانک نووارد کا لہجہ تلخ ہو گیا ۔

" اب مجھے اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ بعد میں میرا کیا بنے گا ۔ ! میں صرف اس ہستی کو نیچا دکھانا چاہتا ہوں ۔ جس نے آستین کا سانپ بن کر مجھے ڈسنے کی کوشش کی تھی ۔"

" مطمئن رہو خان ۔ ! ہم تمہیں سلطانی گواہ بنا کر قانون سے رعایت ۔"

" چاپلوسی کی بات مجھے ناپسند ہے مسٹر شامی "

نووارد نے تیزی سے کہا ۔

" میں جانتا ہوں کہ فریدی میری گرفتاری کے بعد مجھ سے کس طرح کیپٹن حمید کا انتقام لے گا ۔ ! لیکن خیر ۔ ! ختم کرو ۔ اس بحث کو ۔ ہمیں ابھی ساحلی علاقے تک پہنچنا ہے ۔ !

"کیا تم میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو۔"

"چلو۔"

شامی نے جلدی سے کہا پھر وہ موٹر سائیکل کی جانب مڑا تھا۔

"اسے یہیں چھوڑ دو مائی ڈئیر۔"

نووارد نے کہا۔

میرے پاس گاڑی موجود ہے۔" واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

"چلو۔"

شامی نے اس بار بھی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا

پھر نووارد کے ساتھ تنہائی کا سینہ چیرتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

وہ چند ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ انہیں ایک جھاڑی سے سرسراہٹ کی آواز آئی خان ڈیوڈ اور شامی کے قدم ایکدم رک گئے۔ شامی کی گرفت جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر مزید مضبوط ہو گئی اور خان ڈیوڈ نے بھی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ دونوں اسی پوزیشن میں کھڑے رہے۔ آواز دوبارہ نہیں ابھری پھر خان ڈیوڈ شامی کی طرف پلٹ پڑا۔ "یہ تم نے اچھا کیا دوست۔"

"کیا مطلب۔" "میں سمجھا نہیں۔"

"کیا تم اپنے ساتھ پولس کے افراد کو نہیں لائے ہو۔"

"شامی اپنے بازوؤں سے زیادہ کسی چیز پر بھروسہ نہیں رکھتا دوست پھر کچھ دیر رک کر بولا کیا یہ ممکن نہیں کہ روح کے خالق کا نمائندہ تمہیں چیک کر رہا ہو۔"

خان ڈیوڈ ایک لمحے کیلئے گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔ اگر ایسا بھی ہے۔ تب بھی پرواہ نہیں۔ خان ڈیوڈ کا اٹھا ہوا قدم پیچھے نہیں ہٹے گا۔ خان ڈیوڈ جس کی تباہی کا تصور کر لے اسے تباہی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ خان ڈیوڈ جس کی رگوں میں دو نسلوں کا خون موجزن ہے خان ڈیوڈ جسے دنیا نے حرامی کہا۔ خان ڈیوڈ جو اپنے حرامی ہونے کا اب خود اعلان کرتا ہے۔"

یہ کہتے کہتے خان ڈیوڈ کی انگلیاں بھنچتی چلی گئیں۔ سانس پھول گیا اور آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور آہستہ آہستہ اسکے جسم کا تناؤ بھی ڈھیلا ہو گیا۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھی کھل گئی تھیں۔

شامی یہ سب کچھ دیکھ کر ایک بار کانپ اٹھا تھا مگر اسنے اپنی کمزوری کو ظاہر کرنے نہ دی خان ڈیوڈ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دوست وقت کم اور منزل دور آؤ چلیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" اور پھر دونوں ایک سمت بڑھنے لگے تھے۔

خان ڈیوڈ کی کار ساحلی علاقے میں پہونچکر نواحی بستی کے قریب رک گئی پھر وہ انجن بند کر کے باہر نکل آیا۔ اور اب وہ دونوں تنگ و تاریک گلیوں میں آگے پیچھے بڑھ رہے تھے۔

شامی نے احتیاطاً اس وقت اپنا سیدھا ہاتھ جیب میں ڈال رکھا تھا مگر خان نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

تقریباً تین چار منٹ بعد ہی خان ڈیوڈ نے دلاور خان کے مکان پر رک کر دروازے پر دستک دی پھر دوسری طرف سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

"کون ہے۔" تھوڑے وقفے کے بعد کسی نے اندر سے بھاری آواز میں پوچھا۔

"خان ڈیوڈ۔! دروازہ کھولو۔"

"شکار کا کیا بنا۔"

"وقت مت ضائع کرو۔"

خان نے تیزی سے کہا۔

"مسٹر شامی میرے ساتھ ہیں۔ اب ہم طے شدہ پروگرام کے تحت شکار کریں گے۔ اچھو! جلدی کرو۔"

شامی کو اچانک کسی خطرے کا احساس ہوا۔ خان ڈیوڈ کا جملہ اسے چونکا دینے کے لئے کافی تھا۔

ریوالور والا ہاتھ اس نے باہر نکالا۔ پھر شاید وہ خان ڈیوڈ سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ خان نے برق رفتاری سے پلٹ کر ایک بھرپور لات ماری اور ریوالور شامی کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ حملہ اتنا اچانک تھا کہ شامی کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔

دوسرے ہی لمحے خان ڈیوڈ کی آہنی گرفت اس کے ہاتھ کو پشت پر کسے مروڑ رہی تھی۔

"شیروں کا شکار تم جیسے بچوں کے بس کی بات نہیں ہے شامی صاحب۔" خان نے حقارت سے کہا۔

"تم شاید بھول گئے تھے حرامی خان ڈیوڈ جس کی رگوں میں دو نسلوں کا خون دوڑ رہا ہے اپنی پشت پر بھی آنکھیں رکھتا ہے۔"

شامی شدت تکلیف سے کراہ کر رہ گیا۔

ٹھیک اسی وقت دلاور خان باہر نکل آیا پھر شامی کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

اوپری منزل پر پہونچ کر خان ڈیوڈ کی نگاہیں سب سے پہلے اس نقاب پوش پر پڑی تھیں۔ جو سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ چراغ کی مدھم روشنی میں اس کا لانبا جسم اور سر کے بڑھے ہوئے بال بڑے بھیانک لگ رہے تھے۔ نقاب

سے جھانکتی ہوئی نگاہوں میں کچھ ایسی ہی بات تھی۔ کہ خان ڈیوڈ لرز کر رہ گیا۔

شامی بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"خان ڈیوڈ ——"

نقاب پوش نے مہر سکوت توڑ دی۔

"میں تمہاری کارکردگی سے بے حد خوش ہوں مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اپنے شکار کو اتنی آسانی سے یہاں تک لے آؤ گے۔"

"یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا باس۔"

خان ڈیوڈ نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر آپ حکم دیتے تو میں فریدی کو بھی اسی طرح اپنے اشاروں پر یہاں تک لے آتا۔"

اس بار نقاب پوش نے کوئی جواب نہیں دیا — اب وہ شامی کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"تم غالباً آجکل فریدی کے لئے کام کر رہے ہو۔ کیوں۔؟"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے دوست۔"

شامی نے اپنے حواس جمع کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے صرف اپنی محنت کا معاوضہ ملنا چاہئے۔ میں کالے چور کے لئے بھی کام کرنے کو تیار ہوں۔"

دلاور خان کسی خطرناک ارادے سے شامی کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن نقاب پوش نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"میں تمہیں منہ مانگا معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔ کیا تم میرے لئے کام کرنے کے لئے تیار ہو۔"

"بس چشم:"

"تمہیں صرف مجھے یہ بتانا ہوگا کہ فریدی نے تمہیں کراؤن بار پر کیوں تعینات کیا تھا۔

"اس کا جواب معاوضہ ملنے کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے۔" شامی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"میں ہمیشہ پیشگی لے کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"تم اس وقت روح کے خالق سے مخاطب ہو مسٹر شامی۔"

نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا پیشگی لئے بغیر میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔" شامی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کراؤن بار کا راز اتنا سستا نہیں ہے کہ میں محض بھروسے پر ہی اگل دوں۔"

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"قطعی آخری فیصلہ ہے مائی ڈیئر۔"

شامی بولا۔

"ویسے تم اگر چاہو تو سختی کر کے بھی دیکھ لو! لیکن اتنا یاد رکھنا اگر کل صبح تک میں زیدی سے نہ مل سکا تو وہ کراؤن بار والے معاملے میں خاموش نہیں رہے گا۔"

"ہم۔ آدمی بہت جیدار معلوم ہوتے ہو۔"

نقاب پوش کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکارا۔ پھر اس نے دلاور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پیچھے سے بیگ لے آؤ۔"

دلاور خان حکم ملتے ہی نچلے زینوں کی طرف لپکا تھا۔

"میں تمہیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔"

اس بار نقاب پوش کا مخاطب شامی سے تھا۔

"سیدھی طرح راہ راست پر آجاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔"

"مجھے نقصان پہنچا کر تم سخت غلطی کرو گے دوست۔" شامی نے آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے کہا۔

"پروفیسر ہنگری کی کیس فائل ابھی تک بند نہیں کی گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

نقاب پوش اچھل پڑا۔

"یہی کہ کیپٹن شریف کے خفیہ ریکارڈ میرے قبضے میں ہیں۔" تمہارے آدمیوں کی رسائی سے پہلے ہی میں اسے لیکر رفوچکر ہو گیا تھا۔" شامی نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

ویسے یہ دیگر بات تھی کہ خود اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ اس وقت کیا کہہ رہا ہے۔ فریدی نے آخری ملاقات میں پرانے قبرستان کی روانگی سے قبل چند مخصوص جملے اسے بتائے تھے۔ لیکن اس کا مفہوم نہیں بتایا تھا۔

"کیپٹن شریف نے اپنی رپورٹ میں کیا لکھا ہے۔" نقاب پوش نے پوچھا۔

"اس کا جواب مجھے مارنے کے بعد تم میری روح سے پوچھ لینا۔" شامی نے بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا تھا۔

"تمیز سے بات کرو حقیر کتے۔!"

اس بار خان ڈیوڈ گرجدار آواز میں بولا۔

ہم اگر چاہیں تو تمہاری قبر کھود کر بھی تمام راز اگلوا لیں گے۔"

"کیا فریدی اس رپورٹ کو دیکھ چکا ہے۔" نقاب پوش نے خان ڈیوڈ کی

بات نظر انداز کرتے ہوئے شامی سے پوچھا۔

"ابھی تک نہیں۔" لیکن اگر میں چوبیس گھنٹے تک اپنے آفس سے غائب رہا تو وہ سربمہر لفافہ میری ہدایت پر فریدی تک پہنچا دیا جائے گا۔"

ٹھیک اسی وقت دلاور خان ایک چرمی تھیلا لئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ نقاب پوش کے حوالے کرنے کے بعد وہ دوبارہ کمرے کے بیرونی دروازے پر آگیا لیکن اس بار کمرے میں داخل ہوتے وقت اس نے خان ڈیوڈ کو بڑی عجیب اور مشکوک نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"باس!" خان ڈیوڈ نے نقاب پوش کو تھیلا کھولتے دیکھ کر تیزی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے صبح تک یونہی رہنے دیا جائے۔! میں اس کے آفس کے عملے کو ٹٹولنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ اس طرح تم باس کی پوری گرفت کا سامان مہیا کرنا چاہتے ہو۔"

دلاور خان کی آواز کمرے میں گونجی۔ اس کے ساتھ ہی خان ڈیوڈ گیند کی طرح اچھل کر فرش پر اوندھے منہ گرا تھا۔ پھر اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتا دلاور خان نے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار۔! اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں تمہارا جسم چھلنی کردوں گا۔"

شامی کے علاوہ نقاب پوش بھی اس اچانک حادثے سے اچھل پڑا تھا۔

"دلاور خان۔"

روح کے [illegible] کی سرد آواز ابھری۔

"کیا میں تم سے اس بدتمیزی کا مطلب پوچھ سکتا ہوں۔"

"گستاخی کی معافی چاہتا ہوں باس۔"

دلاور خان نے کہا۔

"اتفاق ہی تھا جو رامو یہاں پہنچ گیا۔ ورنہ ہم بھی ان دونوں کے چکر میں پھنس چکے ہوتے۔"

"رامو—" وہ یہاں کہاں ہے۔"

"نیچے اس کی لاش پڑی ہے باس۔ مرنے سے قبل اس نے بمشکل بتایا ہے کہ کراؤن بار سے ہمارے گروہ کے افراد گرفتار کئے جا چکے ہیں۔"

"اور یہ کون ہے۔؟"

نقاب پوش نے خان ڈیوڈ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیپٹن حمید۔"

"نہیں۔"

نقاب پوش چونکا۔!

شامی بھی حیرت سے فرش پر پڑے نوجوان کو گھورنے لگا۔

"اس راز کا انکشاف کرنل فریدی نے ہمارے گروہ کے سامنے کیا تھا۔" جن کو گرفتار کر لے گیا ہے۔

دلاور خان بولا۔

پھر اس نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے ایک باریک جھلی اتار دی۔!

نقلی خان ڈیوڈ حقیقتاً کیپٹن حمید ہی ثابت ہوا تھا۔!

زیادہ عقلمندی کبھی کبھی خطرناک بھی ثابت ہوتی ہے نقاب پوش نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"بکومت باس۔" حمید جھلائے ہوئے انداز میں چلایا۔

تھا جیسے اسے ختم کئے بغیر دم نہ لے گا۔"

"بس ختم کرو حمید۔! اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔"

"ہائیں۔! آپ!" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ شامی کو بھی دلاور خان کی آواز سن کر حیرت ہوئی تھی۔ اس لئے کہ وہ سو فیصدی فریدی کی آواز تھی۔

"ہاں۔" دلاور خاں جو حقیقتاً فریدی ہی ثابت ہوا تھا۔ بولا۔

"تم میک اپ کے ذریعہ تمام دنیا کو دھوکہ دے سکتے ہو فرزند۔ لیکن فریدی کی نگاہوں نے تمہیں پرانے قبرستان میں ہی شناخت کر لیا تھا۔

پھر اس سے پیشتر کہ حمید کوئی جواب دیتا۔ فریدی نے اچھل کر ایک بھرپور لات نقاب پوش کے چہرے پر رسید کر دی۔ جو اپنا ہاتھ آہستہ آہستہ جیب کی طرف بڑھا رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے سیٹیوں کی آواز سنائی دی۔ اور فریدی نے حمید سے کہا۔

"شاید آئی جی اور ہوم منسٹر صاحب آ گئے۔ انہیں اندر لے آؤ۔"

حمید تیزی سے پچھلے زینوں کی طرف لپکا تھا۔!

[illegible]

دوسری صبح نقاب پوش کے بیان پر بڑے بھاری پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں۔

شہناز کے علاوہ راجو شیرو اور گروہ کے دیگر بہت سارے جرائم پیشہ افراد بھی پولیس کی حراست میں آ چکے تھے۔

فریدی تمام دن آئی جی اور ہوم منسٹر کے ساتھ مصروف رہا۔ پھر رات کو جب تھکا ہارا گھر واپس پہنچا تو سب سے پہلے اس نے حمید کو خوشخبری سنائی تھی۔

"میں تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں حمید۔ ہوم منسٹر نے تمہاری اعلیٰ کارکردگی سے خوش ہو کر تمہیں ملٹری کا سب سے بڑا بہادری کا اعزاز دیا ہے۔!

آپ کو تو یقیناً افسوس ہوا ہوگا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر میں حقیقتاً مر گیا ہوتا تو یہ اعزاز سو فیصدی آپ ہی کے حصے میں آتا۔"

تمہارا خیال غلط ہے۔ فرزند۔"

فریدی مسکرایا "اگر مجھے تمہاری موت کا یقین آگیا ہوتا تو اب تک شاید دارالحکومت کے تمام بدنام اور جرائم پیشہ افراد قبرستان پہنچ چکے ہوتے۔"

"کیا مطلب۔"

"یعنی کہ ڈیوڈ کی مسخ شدہ لاش کو جس انداز میں تم نے کیپٹن حمید کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ وہ طریقہ بے حد موثر تھا۔ لیکن جلدی میں شاید تم ٹائی پن کو بھول گئے تھے جو کم از کم تمہاری نہیں تھی۔"

"ہم اب۔ پھر آپ نے اپنی دیوانگی کا ثبوت دینے کی کوشش کیوں کی تھی۔

"مجرم پر یہ بات واضح کرنے کے لئے کہ حقیقتاً تم مر چکے ہو۔ دوسری صورت میں شاید پروفیسر سنگری تم پر اتنی جلدی اعتماد کبھی نہیں کرتا

"اسے ہاں۔" حمید نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

آپ کو پروفیسر سنگری کی شخصیت پر کس طرح شبہ ہوا تھا۔ شامی نے بھی پروفیسر ہی کا ریفرنس پیش کیا تھا۔

"اس کا خیال مجھے کیپٹن شریف کے منظر عام پر آنے کے بعد ہی ہوا۔ اپنی موت سے قبل وہ پروفیسر سنگری کی کیس فائل ڈیل (DEAL) کر رہا تھا۔ کسی حد تک وہ بھی پروفیسر کی موت کے راز سے واقف ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ وہ اپنی رپورٹ مکمل کرتا اسے ختم کر دیا گیا۔

بعد میں ڈاکٹر کو بھی اسی لئے ختم کیا گیا کہ وہ بھی پروفیسر کے راز سے واقف تھا۔

"لیکن شریف تو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مرا تھا۔"

"تم شاید بھول رہے ہو۔ کہ جو شخص روح کو دوبارہ مردہ جسم میں داخل کر سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ سب کچھ ممکن ہے۔"

"کیا واقعی پروفیسر لامحدود طاقتوں کا مالک ہے۔"

حمید نے گہری سے پوچھا۔

میرا مقصد دوبارہ زندگی دینے سے ہے۔"

"کیپٹن شریف کی زندگی ہمارے لئے یقیناً حیرت انگیز بات ہے۔"

فریدی بولا۔

"ویسے جہاں تک پروفیسر سنگری کے اس مردے کا تعلق ہے۔ جو ہم سے ٹکرایا تھا۔ وہ حقیقتاً پروفیسر نہیں تھا۔

"مگر پولیس سرجن نے تو اس کے متعلق بھی یہی رپورٹ پیش کی تھی۔ کہ اسے مرے ہوئے چار روز گزر چکے ہیں۔"

"قیامت کے بھی آثار ہیں فرزند۔ اس بار فریدی نے حقارت سے کہا۔

انسان اس سائنسی دور میں اپنی حد سے زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش میں مصروف ہے! میں مانتا ہوں کہ قدرت ہی ان تمام کارناموں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ جس دن اسے جلال آگیا یہ دنیا روئی کے گالوں کی طرح فضا میں بکھر کر رہ جائے گی۔

"میں نے پروفیسر سنگری کے متعلق آپ کی ذاتی رائے معلوم کی تھی۔"

حمید نے دبی زبان میں اپنا سوال دہرایا۔

قدرت کے کارنامے سننے کی درخواست نہیں کی تھی۔

"میں اس بارے میں سوچنا بھی گناہ تصور کرتا ہوں! ویسے جہاں تک پروفیسر کی ذات کا تعلق ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ اسے سزائے موت ہو جائے۔" ایسی شخصیتوں کا وجود بھی ہمارے لئے لعنت ہے۔"

کمرے میں کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ حمید فریدی کے چہرے پر نظریں گاڑے رہا اور فریدی کمرے کے داہنی جانب کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر دور فضا میں آسمان کی وسعتوں میں گھورتا رہا جہاں تاریکی میں قدرت نے ان گنت ستارے بکھیر رکھے تھے۔

پھر وہ جیسے بے چین ہو اٹھا ہو۔ فریدی کھڑا ہوگیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔

حمید اب بھی خاموشی سے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس کی بے چینی کی وجہ جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کچھ دیر بعد فریدی کھڑکی کے پاس رک گیا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

پروفیسر سنگری..... نہایت قابل شخصیت.... جس کے تجربات پوری قوم کو فائدہ دے سکتے تھے...... وہ بہک گیا..... بالکل اس طرح جیسے فرعون طاقت کے نشے میں بہکا جیسے نمرود نے دولت کے نشے میں جنت بنا ڈالی۔ جیسے ہٹلر سائنسدانوں کے ایجادات پر اتنا اچھلا کودا کہ اسے منہ کے بل گرنا پڑا۔

اسی طرح پروفیسر سنگری قدرت کے چند راز جاننے کے بعد خدائی کا دعویدار ہوتا نظر آتا تھا۔ مردوں کا کیا معاملہ ہے۔ مردہ کس طرح دوبارہ زندگی پا سکتا ہے۔ یہ کوئی معجزہ نہیں سائنس کا کمال ہے۔"

پروفیسر سنگری صرف ان مردہ جسموں میں دوبارہ زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ جن کو اس نے خود ہپناٹزم کے ذریعہ مردہ کیا ہو۔ اگر وہ صحیح ڈھنگ سے تجربہ کرتا رہتا تو ممکن تھا کہ وہ عام حالات میں مرنے والوں کو بھی کنٹرول کر سکتا مگر اس ذرا سی کامیابی نے اسے مغرور بنا دیا نتیجے کے طور پر اسکے تجربے کرنے کی صلاحیت ختم ہوئی اور وہ غلط راہوں کو نکل گیا۔"

"لیکن ان تمام روحوں کا جال پھیلانے سے آخر پروفیسر کا مقصد کیا تھا۔"

صرف یہی کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے مظاہروں کے ذریعہ پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔

اس مقصد کے لئے وہ اپنی ظاہری شکل میں کبھی کامیاب نہ ہو پاتا۔ محض اسی لئے اس نے اپنی گمشدگی اور موت کا بکھیڑا کیا تھا۔"

فریدی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اڈگر اس کی شیطانی حرکتوں میں برابر کا شریک کار تھا۔ لیکن بعد میں اسے بھی ختم کر دیا گیا۔ اگر اس روز تم گراؤن بار میں روبینہ سے رقص کی فرمائش نہ کرتے تو شاید وہ اتنی جلدی نہ مارا جاتا۔"

"کیا آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ میں ڈیوڈ کو مارنے کے بعد رین بو میں مقیم تھا۔"

حمید نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن مجھے اتنا ضرور یقین تھا کہ تم مرے نہیں ہو۔"

"پروفیسر کے بارے میں بھی شاید آپ نے ہی شامی کو معلومات فراہم کی تھیں!"

"ہاں۔ مگر اس وقت مجھے اپنے شبہ پر مکمل بھروسہ نہیں تھا۔"

فریدی بولا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"ساحلی علاقے کی نواحی بستی کا راز تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا۔"

"آج کل میں اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کا عادی ہوگیا ہوں جناب!"

حمید نے فریدی سے کہا۔ جو ٹرانسمیٹر پر اپنی اور پروفیسر

کی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔

"میرے فرشتوں کو بھی دلاور خان کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ لیکن اس سلسلے میں ڈیوڈ کی اس ڈائری نے میری رہنمائی کی تھی جسے وہ بڑی باقاعدگی سے لکھتا تھا۔ دوسری صورت میں مجبوراً مجھے میڈم شہناز کی مدد حاصل کرنی پڑتی۔" حمید نے کہا۔

پھر اچانک کسی فوری خیال کے تحت پوچھا۔

"کیا آپ پہلے ہی سے دلاور خان کے میک اپ میں تھے؟"

"نہیں — میں اسی وقت اس کے میک اپ میں آیا تھا جب پروفیسر نے اسے اپنا بیگ لینے نیچے بھیجا تھا۔ دلاور خاں کو قابو کرنے میں مجھے صرف دو منٹ لگے تھے۔"

"جنگ بہادر کا اب کیا بنے گا۔"

حمید نے منہ بسورتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا راز مجھے شہناز نے بتایا ہے! ...... جنگ بہادر جلد ہی اپنی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لے لے گا۔"

"کیا شہناز کو اس کا توڑ معلوم ہے۔"

"ہاں۔ وہ پروفیسر کی داشتہ تھی اور پروفیسر کے ہر راز سے واقف تھی۔"

"مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔" حمید نے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"اس روز رات کو ڈاک بنگلے میں آپ کو بلا کر ڈانس دکھانے کا کیا مقصد تھا۔؟" کیا پروفیسر احمق تھا جو سوتے ہوئے شیر کو جگانے کی حرکت کر بیٹھا۔

"نہیں۔ بات یہ نہیں ہے۔" فریدی نے کہنا شروع کیا

"میرے پاس کیس آنے سے پہلے ہی پروفیسر کو اپنے دوسرے ذرائع سے معلوم ہو گیا تھا کہ اب کیس مجھے سونپا جائے گا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اس سے قبل میں کچھ سمجھ سکوں۔ کیوں نہ مجھے نروس کر دے نتیجہ کے طور پر مجھے خوفزدہ کرنے کے لئے اس نے مجھے یہ شعبدہ دکھایا تھا۔

مگر وہ کس لڑکی کی لاش تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"شہناز کی۔"

فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"شہناز کی — کیا وہ بھی کیپٹن شریف کی طرح ......" اور حمید کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

میرا خیال ہے اب نہیں تھا بلکہ وہ اس کے ہر کام میں برابر کی شریک تھی۔"

اور خان ڈیوڈ۔

وہ حرامی۔ واقعی حرامی تھا

"ڈاکٹر رحمان کہاں۔"

"تم احمق ہو۔"

فریدی جھلا کر بولا

"مرنے والا پروفیسر ڈاکٹر رحمان ہی تو تھا۔ پروفیسر جنگریزی نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر اس کے میک اپ میں آگیا تھا۔

پھر اس سے قبل کے حمید کچھ کہتا ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

حمید نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو ...."

"کیا کرنل فریدی ہیں۔؟"

دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ۔ رانگ نمبر میڈم! یہ شادی کرانے کا دفتر ہے۔"

"بدتمیز۔ جوتی مار دوں گی۔"

"مگر وہ تمہارے منہ پر ہی پڑے گی۔"

"کون ہے۔"

فریدی نے معلوم کیا۔

"لی دیجک۔ آپکی ننھی دریافت مس روبینہ حمید نے ریسور فریدی کی طرف بڑھا دیا۔ اور پھر سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ختم شد